

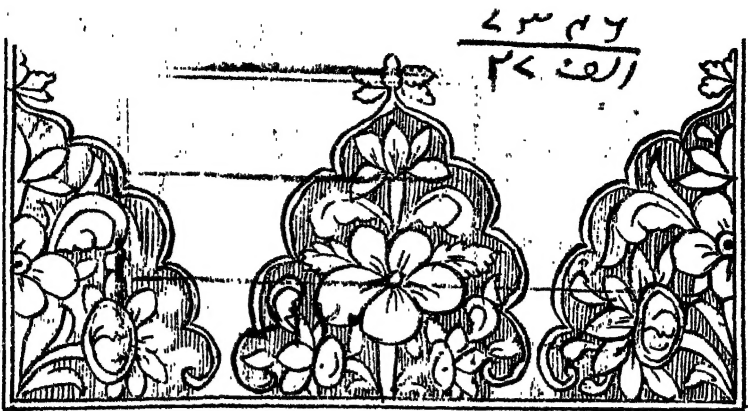
حاج آقا میرزا حسن بن علی طهرانی

المیرزا و المیرزا که درین زمان بت ایدر خالق کائنات نغمه

دلیل الحسنة  
طریقه اتصلا

یکے از تصنیف عالی درجہ علمی فیہامی جناب مولوی شیخ احمد صاحب  
دامت برکاتہ خلف الصدوق عالیہ المولانا محمد زو جیم الدین صاحب  
مرحوم عثمانی دیوبندی۔ بمقام کتب خانہ فرستادہ و زیر نگین

دربار اشرفیہ اسلامیہ علیہ السلام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله وجيبه محمد وآله اجمعين الى يوم الدين  
اما بعد خا کسار ذر بے مقدار شیخ احمد ابن جناب مولانا مولوی محمد وجیبہ الدین مرحوم دیوبندی  
وارد جے پور گزارش کرتا ہے کہ بعد مطبوع اور شائع ہونے رسالہ انوار الہدٰی بعض اجاب مؤسّسین  
علی تحریرات سے معلوم ہوا کہ بعض مقامات میں باہم حضرات اہلسنت و اجماعت و حضرات شیعہ ائمہ  
ترکیب و ارکان نمازین بحث و پریش ہے اور خصوصاً ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بابت زیادہ گفتگو  
ہے اور طرفہ یہ ہے کہ حضرات اہلسنت صرف شیعوں پر ہی معترض ہوتے ہیں کہ یہ ہاتھ کھول کر کیوں  
نماز پڑھتے ہیں اور اپنے گروہ پر اعتراض نہیں کرتے کہ یہ پیر و ان امام مالک کیوں ہاتھ کھول کر نماز  
پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت کو ہاتھ کھولنے باندھنے سے تعصب نہیں ہے بلکہ  
فقط شیعیان اہلبیت پیغمبر سے کاوش ہے جیسا کہ مسئلہ متعہ النساء میں شیعوں پر ہی معترض  
ہوتے ہیں اور مالکوں سے نہیں بولتے۔ ایسے ہی رفع یدین اور قنوت وغیرہ کی کیفیت ہے کہ سوا  
ایک سو اہلسنت و اجماعت کے کہ جو مقلد امام ابو حنیفہ کے تقریباً جملہ ہر سہ فرقات رفع یدین کرتے ہیں

اور قنوت کو نماز فرضیہ میں جائز سمجھتے ہیں۔ چونکہ اس بارے میں اکثر عدم واقفیت کی وجہ سے تو  
 یہ نزاع پونہ پتی ہے اگر حضرات اہلسنت بوجہ عدم واقفیت حالات اپنے ائمہ اور اکابر کے نماز میں ہاتھ  
 گھولنے کو فقط شیعوں کا ہی عمل قرار دیکر معرض ہوتے ہیں اگر انکو معلوم ہو جاوے کہ ہم میں سے  
 بھی ایک بڑا گروہ ہاتھ گھول کر نماز پڑھتا ہے اور شیعوں کی طرح رفع یدین اور قنوت کو جائز رکھتے  
 ہیں اور رسول خدا صلعم اور طبقہ صحابہ و تابعین کا یہی عمل رآد تھا تو ضرور ہے کہ پھر وہ کبھی شیعوں پر  
 اعتراض نہ کریں ایسا ہی بعض حضرات شیعہ بوجہ معلوم نہونے حقیقت حال کے جواب دینے سے  
 قاصر ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اس وقت تک کوئی رسالہ جو ایسے معاملات میں مخصوص ہو میری نظر سے  
 نہیں گذرا اور اکثر اصحاب مومنین کو بھی یہی شکایت ہے اسلئے حقیر نے مناسب سمجھا کہ ایک  
 رسالہ مختصر ایسا ترتیب دیا جاوے کہ جسمین نماز اور اسکے ارکان کے متعلق جن جن امور میں باہم  
 شیعہ و سنی میں اختلاف ہے کتب صحاح اہلسنت و الجماعت سے بحث کیجاوے اور سبکو کھلا دیا جاوے  
 کہ نماز کے جمیع قواعد اور ارکان میں شیعہ پوری متابعت سنت نبوی کرتے ہیں ہر رکن اور قاعدہ  
 شیعوں کی نماز کا احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے ثابت اور متحقق ہوتا ہے اور اہلسنت کلسا اطرار بقی  
 نماز خلاف سنت نبوی پایا جاتا ہے۔ اور چونکہ باہم شیعہ و سنی متعدد مسائل متعلقہ نماز میں اختلاف  
 ہے اسلئے ہر مسئلہ مختلف فیہ کو ایک فصل جداگانہ میں تحریر کیا ہے اور نام اس سار کا دلیل حسنات  
 علی طریقۃ الصلوۃ رکھا گیا ہے اور فہرست اسکی مندرجہ مضامین کی یہ ہے کہ یہ سار  
 مشتمل ہے بارہ ارکان پر اور ہر رکن میں ایک ایک مسئلہ اختلافی کا بیان لکھا گیا ہے تفصیل  
 رک رکہ اول طریقہ وضو اور اس اختلاف کے بیان میں جو باہم شیعہ و سنی میں ہے رکن

دوم مسئلہ جمع بین الصلوٰتین کے بیان میں رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان میں یعنی نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر رکن چہارم بعد تکبیر تحریمہ قرأت کے بیان میں کہ آیا الحمد پڑھنی چاہیے یا بطریقہ اہلسنت سبحانک اللہم انم پڑھی جاوے رکن پنجم تکبیر پر رفع یدین کے بیان میں رکن ششم قنوت کے بیان میں جو نماز فرضیہ میں پڑھا جاوے رکن ہفتم تسبیح رکوع و سجود کے بیان میں رکن ہشتم کث بین السجدتین کے بیان میں رکن نہم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین رکعت اول و ثانیہ میں رکن دہم اس بیان میں کہ دو رکعات آخری نماز ستہ گانہ و چہار گانہ میں مختار ہے کہ فقط الحمد پڑھے یا تسبیح پڑھے رکن یازدہم تشهد کے بیان میں رکن دوازدہم سلام اور تکبیر آخری کے بیان میں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہم نے اس سالہ میں جس قدر احادیث درج کی ہیں وہ سبکی صحیح بخاری کی احادیث ہیں تاکہ کسی کو موقع اعتراض کا نہ ملے۔ اگرچہ صحیح مسلم اور نسائی ترمذی وغیرہ خمسہ باقیہ بھی اہلسنت کے نزدیک اصح کتب ہیں لیکن صحیح بخاری کا صحت میں اونکے نزدیک سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور سبکی نسبت

اصح الکتاب بعد القرآن قولہ عام

رکن اول طریقہ وضو اور اس اختلاف کے بیان میں جو باہم شیعہ سنی میں واقع ہے واضح ہو کہ جن اعضاء کا وضو میں وضو واجب یا جائز فقط مسح کرنا کافی ہے اونکی صاف تشریح قرآن مجید میں درج ہے۔ لیکن نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اس بارہ میں بھی باہم شیعہ و سنی کے اختلاف ہے فقہاء اہلسنت وضو میں تین عضو کا وضو اور ایک عضو کا مسح



کرنا فرض کتے ہیں۔ وہ اعضاء جنکا غسل فرض کتے ہیں۔ منہ۔ دونو ہاتھ۔ دونو پیر  
 ہیں۔ اور وہ عضو جسکا مسح کافی ہے۔ سر ہے شیعہ کتے ہیں کہ دو عضو یعنی منہ اور ہاتھ  
 و حونا اور دو عضو یعنی سر اور پیروں کا مسح کرنا فرض ہے۔ اب ہم کو تحقیق کرنا اس امر کا ضرور ہوا  
 کہ ان دونو فرقوں میں سے حق پر کون ہے۔ وہ آیت قرآنی جسکی رو سے وضو فرض ہوئے  
 اور جس میں تشریح اعضاء واجب الغسل اور واجب المسح کے ہوئی ہے یہ ہے یا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُ  
 اِذَا قُمْتُ اِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلْ وُجُوْهُکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَاُمْسَحُوا بِرُءُوسِکُمْ  
 وَاَرْجُلَکُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ اور اسکے صاف اور سیدھے معنی یہ ہیں۔ اے مسلمانو جب وقت تم نماز کو  
 اٹھو پس صوڈالو اپنے مونہوں کو اور اپنے دونو ہاتھوں کو مرافق یعنی کہنیوں تک و مسح کرنا  
 سروں کا اور پیروں کا گٹھون یعنی ٹخنوں تک اسکے لفظی اور سیدھے معنوں سے صاف طور پر  
 تائید قول شیعہ کی ہوتی ہے۔ اور اہلسنت اپنے مدعا براری کے لئے اسکے معنی میں جیسا  
 اور اپنے پیچ لگا کر کتے ہیں کہ حفص نے ارجمہ کے لام کو مفتوح پڑھا ہے اور لام کا فتح دلیل  
 عطف بعید کے ہے یعنی بوجہ فتح لام کے دونو پیر منہ کے معطوف بعید ہو گئے جسکے یہ معنی ہوئے  
 کہ بعد تم ہو جانے تشریح اعضاء واجب الغسل اور نیز بعد شروع اور تم ہو جانے دوسرے حملہ کے  
 جس میں تفصیل اعضاء واجب المسح کی ہے پر صوڈالو گٹھون تک۔ لیکن اسکی کوئی وجہ بیان  
 نہیں کرتے کہ اس آیت کے معنی پیدا کرنے میں ہر قدر وقت کیوں کیا وے اور صریح اور صاف  
 معنی کیونچ لیے جاوین جو عموماً قرآن شریف کے معنی لگانے کا دستور ہے۔ لہذا ہم کو اس چیز پر  
 طریقہ حصول معنی پر چند وجوہ اعتراض ہے۔ اول یہ کہ قرآن مجید واسطے ہدایت کے نازل ہوا ہے

نہ کہ لہر اترنیکو اسی لئے حکم ہے کہ قرآن کی آیات کے وہی معنی لگائے جاوین جو صریحاً الفاظ سے  
 پہلے ہوں معنی لگانے میں توجہات الایغی کی ممانعت ہے پس اگر خداوند کریم کا منشاء غسل طہین  
 ہوتا تو ضرور تھا کہ اعضاء واجب الغسل کے تحت میں مونہ اور ہاتھوں کے بعد ارجمکم بیان کیا  
 جاتا اس میں نہ فصاحت کلام بگڑتے تھے نہ سیاق اور نظم عبارت و حکم میں فرق آتا تھا بلکہ بہت صفا  
 جملہ ہو جاتا کہ اول تمام اعضاء واجب الغسل کا بیان ہو جاتا اور بعد اسکے سر کے مسح کا ذکر آ جاتا جس میں  
 کسی کو موقع اعتراض کا ملتا اسکے کیا معنی کہ اول و عضو کا دھونا بیان کیا جاوے اور پھر ایک سر کا  
 مسح کرنا فرمایا جاوے اور پھر لوٹ کر جیسے کوئی بھولی ہوئی بات کو یاد کرتا ہے پیرون کے دھونے کا  
 حکم دیا جاوے جیسے کوئی کہے کہ مونہ اور ہاتھوں کو دھوؤ اور سر پر مسح کرو اور پھر بھائی میں بھولا  
 تھا پیرون کو بھی دھوؤ واللہ سبحان اللہ کیا سیاق عبارت اور فصاحت کلام اس کو کہتے ہیں -  
 یہ کہ نزدیک ایسے بے ربط کلام کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا سخت گناہ ہے۔ جو شخص انصاف  
 پسند طبیعت رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اہلسنت کے اس طرح معنی لگانے سے آیت کا سیاق  
 اور حکم کا انتظام بالکل بگڑ گیا جس تصریح کو ناظم قرآن نے بقید غسل و مسح مرعی رکھا تھا  
 وہ آپس میں ایسے خلط و ملط ہو گئے کہ بے ربطی اور بد نظمی کا الزام اس آیت پر عائد ہو گیا  
 اور چونکہ قرآن پاک اس الزام سے بالاجماع بری ہے اس لیے ضرور ہوا کہ خلط معنی لگانو ان کو  
 ملزم قرار دیا جاوے۔ دوم یہ امر دیانت اور حزم و احتیاط سے نہایت درجہ بعید ہے کہ فقط آیت  
 حفص کے قرات کے اعتبار پر ارجمکم کے لام مفتوح قرار دیکر جو حکم کا عطف سمجھا جاوے  
 اور بے سیاقی اور بد نظمی کلام پر نظر نہ کیجاوے جس سے دو جدا جدا جملے مخلوط ہو کر بے ربط ہو جاوین

اس آیت میں گویا دو جگہ گانہ دلات ہیں ایک غسل کی مد اور دوسری مسح کی مد اگر اگر جگہ غسل اعضا  
 کے مد میں قبل شروع ہو جانے مثانی مسح کے بیان ہوتا خواہ وجوہ ہم سے کتنے ہی فاصلے پر ہوتا  
 اوسکو عطف بعید وجوہ ہم کا مان لیا جانا لیکن جبکہ دوسری مسح اعضا کی شروع ہو گئی اوسکے  
 بعد جس عضو کا بیان ہوگا وہ مسح کی مد میں شامل سمجھا جاوے گا۔ مثلاً کوئی شخص بیان کرے  
 کہ آدمیوں میں نیک ہیں زید اور حامد اور بد ہیں عمر و بکر۔ تو عام لوگ یہ ہی سمجھیں گے کہ دونیک  
 مرد ہیں اور بد بد ہیں یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ بکر کسی قاعدہ سے زید کا عطف بعید ہے  
 اور اسلئے وہ شامل نیک مردوں کے ہے۔ سو ہم یہ امر مسلمہ عام ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے کبھی  
 مخالفت حکم الہی کے نہیں کی اور احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم  
 نے ہمیشہ موزون پر مسح کیا ہے پس اگر پیرون کا دھونا فرض ہوتا تو رسول خدا صلعم کبھی غسل  
 قدم ترک کر کے مسح علی الجفن نہ کرتے اگرچہ سردی وغیرہ کا کیسا ہی عندہ ہوتا تب بھی ایسی مخالفت  
 نہ کرتے کیونکہ اسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے کبھی کسی اور عضو واجب الغسل کے عوض اوپر پاؤں کی  
 پوشش پر مسح نہیں کیا ورنہ ممکن تھا کہ سردی میں ہر دو ساعد دھونیکے عوض آستین پر مسح  
 کر لیتے اسکی کیا وجہ ہے کہ فقط پیرون کے ہی غسل کو ترک کر کے موزون پر مسح کیا اور کبھی کسی  
 اور عضو کے غسل کو ترک نہ کیا اگر اسپر فراتوجہ اور انصاف کے ساتھ غور کریں اور سخن پروردگار  
 اور تعصب کو دور کریں تو اسی عمل رسول خدا صلعم سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم قرآنی پیرون کے  
 مسح کا ہے دھونیکا حکم نہیں ہے ورنہ جناب سرور کائنات کبھی عادتاً فرض کو ترک نہ کرتے۔  
 چہاں ہم یہ کہ خود خداوند تعالیٰ نے اسکی ملحقہ آیت سے اسکے معنی صاف کر دیئے کہ اوس میں پھر کسیکو

گنجائش لب کشائی کی باقی نہیں رہی یعنی آیت حکم تیمم سے یہ امر صاف ہو گیا کہ وضو میں کون کون اعضا واجب الغسل ہیں اور کون کون اعضا واجب المسح ہیں تیمم کے حکم میں یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ جن اعضا کا دھونا وضو میں فرض کیا گیا ہے تیمم میں فقط انہیں اعضا کا مسح کرنا قائم کیا گیا ہے اور جن اعضا کا مسح وضو میں فرض کیا گیا ہے انکو تیمم میں قطعاً ترک کر دیا ہے اس لئے خداوند تعالیٰ کے اصلی منشاء کے دریافت ہو جانے میں اب کوئی وقت باقی نہ رہی۔ آیت تیمم کو پڑھ کر اس کے معنی سمجھو کہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ یعنی قصد کرو خاک پاک کا پھر مسح کرو اور اگر اپنے مونہوں اور ہاتھوں کا جبکہ فقط مونہہ اور ہاتھ پر مسح کرنا تیمم میں فرض ہے اور سر پر نہ کرنا ترک کر دیا ہے تو صاف ثابت ہو گیا کہ اعضا واجب الغسل کا مسح تجویز کیا گیا اور یا اعضا واجب المسح کو اس اعتبار سے ترک کر دیا کہ غسل کا قائم مقام تو مسح ہے مسح کا قائم مقام مسح کیا ہوگا انہیں توجیہات بحال ان افضول دلائل کا پیش کرنا بیشک مستلزم اس امر کا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ یہی اگر سمجھا جاوے تو نہ سمجھیں۔

رکن دوم جمع بین الصلواتین کے بیان میں یعنی دو نمازون متحد الوقت کو ملا کر پڑھنا جیسے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا اس میں بھی باہم شیعہ و اہل سنت کے اختلاف ہے حضرات سنیہ خصوصاً حنفیہ کے نزدیک ملانا دو نماز کا قطعی منع اور ناجائز ہے اور شیعہ کے نزدیک جائز ہے منع نہیں۔ اب ہر تحقیق کرنا اس امر کا کہ آیا بغیر خدا صلعم نے لوگوں کو ایسی دو نمازیں ملا کر پڑھنے سے منع کیا ہے یا خود بھی آنحضرت نے دو نمازیں

ملا کر ٹپ چیڑیں۔ پس اگر احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ خود جناب فرماتے  
 نے ظہر و عصر اور نیز مغرب و عشا کو ملا کر ٹپ چاہے تو صاف ثابت ہو گا کہ اہلسنت مخالف سنت  
 نبوی عمل کرتے ہیں اور شیعہ خاص متبع سنت رسول اللہ کے ہیں اور منع کرنا جمع بین الصلواتین  
 سے سخت گناہ اور عمل کرنا ولون پر باصرہ معرض ہونا قریب کفر ہے گویا سنت نبوی پر براہ  
 معترض ہوتے ہیں جمع بین الصلواتین کو ناجائز کہنا عام اہلسنت کا عمل نہیں ہے بلکہ  
 فقط حضرات خفیہ ہی مانع ہیں اور امام مالک نے ہمیشہ مسجد نبوی میں دو نمازین ملا کر ٹپ چھین  
 اور قعدہ اونکے اب بھی برابر پڑھتے ہیں اور امام شافعی کے مقلدون میں اختلاف ہے بعض  
 مطلقاً جائز سمجھتے ہیں اور بعض ضرورتاً اور حنا بد ضرورتاً جائز سمجھتے ہیں اور خفیہ منفرد ہیں  
 حکم ناجوازی میں لیکن عرفات میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشا اب سے بلا کسی  
 عذر اور حاجت کے حجاج مذہب حنفی ملا کر ٹپھتے ہیں۔ اگرچہ عرفات اور مزدلفہ کے نمازون کے  
 بابت تمام کتب سیر اور احادیث اہلسنت میں بطریق شہرت اور اعلان کے مذکور ہے لیکن ہم  
 اوس سے علاوہ نمازون کی بابت بحث کرتے ہیں اور واسطے ساکت کرنے اپنے مخالفین کے صحیح بخاری  
 زیادہ معتبر کتاب نہیں پاتے ہیں اسلیے ہم ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں طرف صحیح بخاری کے کہ اسکی  
 کتاب مواقت الصلوٰۃ کے باب وقت المغرب میں جسکو نماز عرفات اور مزدلفہ سے علاوہ نہیں ہے  
 اس طرح روایت ہے حدثنا آدم قال حدثنا شعبہ قال حدثنا عمر بن حنبلہ قال  
 سمعت جابر بن زید عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعا جمیعاً وثمانیا جمیعاً  
 یعنی جابر بن زید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا ابن عباس کہ نماز پڑھی ہے نبی

صحابہ نے سات رکشتیں ملا کر (مغرب و عشا) اور آٹھ رکعتیں ملا کر (ظہر و عصر کی) شیخ الاسلام  
 شارح صحیح بخاری نے کتاب مواقیت الصلوٰۃ میں بابت وقت نماز مغرب کے لکھا ہے۔

ومرویت از طاؤس کہ گفت فوت نمی شود مغرب و عشا تا فجر۔ و از عطاء نیز بہ نحو آن روایت  
 است کذا نقلہ العینی۔ (اس روایت سے ثابت ہوا کہ مغرب اور عشا کا ایک ہی وقت ہے

اور وہ مدت ہے فجر تک اور جبکہ وہ نمازوں کا ایک ہی وقت ہے تو ملا کر چنانچہ بلاشبہ جائز بلکہ اسوجہ سے  
 مستحب ہی خیال ہو سکتا ہے کہ بعد نماز مغرب توقف ناجائز نماز عشا میں زمین کیا گیا)

وقال عطاء یجمع الریض بین المغرب والعشاء وگفت عطا کہ جمع کند ریض میان مغرب  
 وعشا و باین قائل است احمد و سہق۔ و بعض شافعیہ مطلقاً (یعنی بغیر قید مرض کے)

و بخیر کردہ از امام مالک ر سجد شریف نبوی۔ و مشہور از شافعی منع است و ترجیح دادہ

جواز را نووی۔ و قسطلانی از مہمات آوردہ کہ گفت یا قتم نقل آنرا از شافعی در مختصر میں

باین عبارت کہ جمع میان نماز و سفر و مطر و مرض جائز است اس عبارت شارح معنی معلوم  
 ہوا کہ منجملہ ائمہ اربعہ کے ایک امام مالک تو بالعموم جمع بین المغرب و عشا و بین الظہر و العصر

جائز قرار دیتے ہیں اور امام شافعی ایک روایت سے مطلقاً اور عموماً اور دوسری روایت سے

ضرورتاً جائز قرار دیتے ہیں اور امام احمد بن حنبل بھی ضرورتاً جائز کہتے ہیں فقط ایک

امام ابو حنیفہ منفرد ہیں کہ وہ جمع بین الصلوٰتین کو ناجائز اور ممنوع فرماتے ہیں شیخ الاسلام

شارح صحیح بخاری حنفی المذہب ہیں انھوں نے بحث تنگی وقت مغرب میں یہ قول ابن منذر کا

کہ مالک و ازہماعی اور شافعی کہتے ہیں کہ مغرب کا کوئی وقت نہیں ہے سوائے وقت غروب ہونے

آفتاب کے لگ کر اسکی نزدیک ترین ماشر جو اربعین مغرب و عشا کے ہیں اور عین غروب ہے

وقت مغرب جتنا است تا عشا پہ اگر تنگ ہو دے ہر آنکہ فصل گشتے یہ بیان وی وقت

پس جمع جائز نشے چنانکہ میان صبح و ظہر ذکر و اعتدالی ستارہ اربعین سال جمع النوا

میں بہت لوگوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ جناب رسول خدا صلعم نے دو نمازین ظہر اور عصر

عرفین اور مغرب و عشا کو مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھا اور جو لوگ

اتباع سنت نبوی کرنا چاہتے ہیں وہ استحباً باون مقامات پر اب بھی بغیر کسی ضرورت

اور عذر کے دو نمازین جمع کر کے پڑھتے ہیں عرفہ میں عین بعد زوال آفتاب ظہر اور عصر

کے نماز جمع کر کے رسول خدا صلعم نے پڑھی کہ اہلسنت کے نزدیک وہ وقت عصر کا

ہرگز نہ تھا اور اسی طرح مزدلفہ میں ایسے وقت نماز مغرب اور عشا اور افرامی کہ اہلسنت

نزدیک وقت مغرب باقی نہ رہتا تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کسی حاجت اور ضرورت کیوجہ سے

رسول خدا صلعم نے ایسا کیا ہو گا یہ درست نہیں اور جواب اسکا یہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم

اور صحیح بخاری میں حدیث اسامہ سے ظاہر ہوا ہے کہ مزدلفہ میں پہنچنے سے پہلے آنحضرت

صلعم شعب کوہ میں تشریف لیگئے اور قضا حاجت فرمائی اور وضو کیا اور وقت مغرب

کی نماز کا وقت ہو گیا تھا اور اسامہ نے عرض بھی کیا تھا کہ نماز مغرب آپ پڑھیں گے مگر

آنحضرت نے فرمایا کہ نماز آگے چل کر یعنی مزدلفہ میں پہنچ کر پڑھی جاوے گی ایسا ہی حضرت کو

عرفات سے چلنے کی جلدی نہ تھی کہ عین بعد زوال آفتاب نماز عصر اور افرامی بلکہ ثابت ہوا

کہ تاغروب آفتاب آپ عرفات میں رہے اسلئے ممکن تھا کہ آپ عرفات میں نماز عصر اور اسکے



وقت پراونیز نماز مغرب بھی اوسی جگہ اول وقت پڑھ سکتے تھے لیکن یہ امر تحقیق ہوا کہ آپ کے جب قدر افعال ضمن حجۃ الوداع میں تھے وہ تعسب لیم امت کے لئے تھے کیونکہ تمام بلاد اسلام کے لوگ وہاں حاضر تھے بلا واسطہ غیر کے افعال رسول اللہ صلعم کو دیکھتے تھے جمع کرنا و نمازون کا فقط اسی لئے تھا کہ عوام الناس اسکے جواز سے آگاہ ہو جاوے ثبوت اس امر کا کہ حضرت رسول خدا صلعم غروب آفتاب تک عرفات میں رہے صحیحین سے حاصل و رید ارج النبوت میں بھی در باب قیام عرفہ مرقوم ہے (وسنت آنست کہ تا غروب آفتاب بایستد زیر کہ ایستاد رسول خدا صلعم تا آفتاب غروب کرو) - اور نیز جب آپ شعبہ قضاء حاجت کر کے نکلے اور وضو کیا اسکی نسبت مدارج میں مندرج ہے کہ (اسامہ گفت الصلوٰۃ یعنی نماز مغرب خواہی گذارد یا رسول اللہ فرمود دو نماز پیشتر است یعنی دو نماز عشا گزاردہ خواہ شد بعد اسکے فرود لغہ میں پہونچنے کا حال اس طرح درج ہے و در فرود لغہ وضوے کامل ساخت و فرمود تا اذان گفتند و اقامت کردند و نماز شام بگذارد پیش از آنکہ بار ہا فرود آمدند و اشتران فرو خواہانیدند و چون بار ہا فرود آوردند باز اقامت گفتند و نماز خفتن بگذارد و بر نماز خفتن بانگ گفتند و میان فرض مغرب فرض عشا پہونچ نماز گذارد و ازینجا معلوم شد کہ جمع میان مغرب و عشا بیکل اذان و دو اقامت بود و چنانکہ در عرفات بود و میان ظہر و عصر و در حدیث بخاری و مسلم از اسامہ بن زید پہونچن آمدہ و مذہب زفر و شافعی و ترمذی و امام ابو حنیفہ و بروایت از احمد و بسیا کہ از انماہ بیکل اقامت گذارد الخ - اور مدارج النبوت میں جو کچھ یہ حال درج ہے وہ گویا ترجمہ ہے حدیث اسامہ

بن زید کا جو صحیح بخاری کے باب الجمع بین الصلوٰتین بمزدلفہ میں مروی ہے اس طرح ہے  
 حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن موسی بن عقبہ عن کریم  
 عن اسامة بن زید انه سمعه يقول دفع رسول الله صلعم من عرفة فزل <sup>الشعب</sup> <sub>الاشعب</sub>  
 فبال ثم توضع فلم يسبح الوضوء فقلت له الصلوة فقال الصلوة اماما  
 فجاء المزدلفه فتوضاء فاسبغ ثم اقامت الصلوة فصلى المغرب ثم  
 اناخ كل انسان بعيره في منزله ثم اقامت الصلوة فصلو ولم يصل بينهما  
 یعنی بتحقیق کہ کریں سامہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آئے پیغمبر خدا صلعم عرفہ سے پس  
 او ترے شتر سے شعب میں اور بول کیا اور بعد اوسکے وضو کیا اور استیباغ نہیں کیا  
 یعنی احتیاط نہ کی کہ تمام مستحبات اور سنن وضو ادا ہوں پس کہا میں نے کہ نماز  
 پڑھنا چاہتے ہیں آپ تو فرمایا کہ نماز آگے تیرے ہے (یعنی مزدلفہ میں) پھر آئے مزدلفہ  
 میں اور وضو کیا اور تکمیل فرمائی وضو کی بعد اوسکے اقامت کہی گئی نماز کی پھر ادا  
 کی نماز مغرب بعد اوسکے سب لوگوں نے اپنے اپنے موضع نزول میں اپنے اپنے  
 شتروں کو بٹھایا اسکے بعد پھر اقامت کہی گئی نماز کی اور نماز عشا پڑھی اور درمیان  
 ان دونوں نمازوں کے اور کوئی نماز (نفل) نہ پڑھی۔ پھر اس باب کے بعد باب ملحقہ  
 صحیح بخاری میں یہ حدیث درج ہے بطریق آدم عن ابن عمر قال جمع النبی صلعم بین  
 المغرب والعشاء جمع كل واحد منهما باقامة ولم يسبح بينهما ولا على اثر كل واحد  
 منہما یعنی کہا ابن عمر نے کہ جمع کیا پیغمبر خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشا کو مزدلفہ میں

ہر ایک کو ساتھ اقامت کے اور نہ درمیان میں اولن کے اور نہ پیچھے  
کسی کے اون دونوں میں سے کوئی نماز نفل پڑھی لکھا ہے یا نہ پڑھی لکھا ہے کا ترجمہ شیخ الاسلام شارح  
صحیح بخاری نے یہی لکھا ہے کہ نماز نفل نہیں پڑھی اور اسی نام سے اس باب کو موسوم کیا  
اور بطریق خالد بن محمد اسی باب میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے  
ان رسول اللہ صلعم جمع فی حجة الوداع المغرب والعشاء بالمزدلفة یعنی زوال  
کی ہے ابو ایوب انصاری سے کہ کہا اونہوں نے کہ رسول خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشاء  
دونوں کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ اور اسی طرح ایک باب جدا گانہ صحیح بخاری میں دربارہ جمع  
کرنے نماز ظہر اور عصر کے ہے عرفہ میں اس عنوان سے باب الجمع بین الصلوتین بعرفہ  
اور اس باب میں روایت کی ہے سالم سے کہ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ طریقہ سنت یہ کہ عین  
بوقت زوال اور شدت گرمی کے نماز پڑھے اور ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھا طریقہ مسنون ہے  
اس روایت سے ثابت ہوا کہ عین وقت زوال بعد ادا کرنے نماز ظہر کے عصر کی نماز پڑھنا  
جائز ہے اور وقت ان دونوں نمازوں کا ایک ہے کیونکہ رسول خدا صلعم عصر کو قبل از وقت یا  
مغرب کو بعد فوت وقت ہرگز نہ پڑھتے اس لیے کہ کوئی نماز قبل از وقت ادا نہیں ہو سکتی نہ  
بعد فوت ہو جانے وقت کے داخل ادا ہو سکتی ہے اور دیگر اوقات میں یعنی علاوہ حجة  
الوداع کے جو رسول خدا صلعم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا ہے اس کی روایت ہم پیشتر  
لکھ چکے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں کا دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا نہ معیوب ہے نہ قابل  
اعتراض بلکہ ایسا عمل ہے کہ جب کو رسول خدا نے بارہا کیا ہے۔ اس لیے جو شخص شیعوں پر

مقرر ہوتا ہے وہ گویا رسول خدا صلعم پر اعتراض نہ ہو۔

رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان میں جس سے یہ مطلب ہے کہ نماز میں بجا لیا قیام ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر۔ واضح ہو کہ ارکان نماز چار ہیں۔ قیام۔ قعود۔ رکوع۔ سجود۔ قیام کے معنی کھڑے ہونیکے ہیں بلا تشریح اس امر کے کہ ناف پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا سینہ پر یا پس پشت مشکین باندھ کر۔ غرض کہ نماز میں فرض صرف کھڑا ہو کر قرات قرآن کرنا ہے اور اسی طرح سیدھے سادھے طور پر کھڑے ہو کر رسول خدا صلعم اور صحابہ نے نماز پڑھی ہے ناف پر ہاتھ باندھنا یا سینہ پر ہاتھ رکھنا ایجاد متاخرین ہے اور ان کا اجتہاد اس طرف گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ احکم الحاکمین ہے اوسکے روبرو نہایت عاجزی اور فروتنی سے کھڑا ہونا چاہیے حالانکہ عاجزی اور فروتنی دل سے متعلق ہے نہ کہ پیٹ پر ہاتھ رکھنے سے اسلئے نہ خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو اگر وہ رسول خدا صلعم نے خود ہاتھ باندھے ہیں نہ دوسروں کو ایسا حکم دیا۔ آثار سلف جس قدر کتب معتبرہ اہل سنت میں ہاتھ باندھنے کے بابت وارد ہیں وہ نہایت درجہ مختلف اور ناقابل اعتبار ہیں خود اکابر علمائے اہل سنت نے اعتراف کیا ہے کہ اسکے برابر اور کسی معاملہ میں اختلاف و ضعف روایات واقع نہیں ہوا ہے۔ باوجودیکہ معاملہ نماز ایسا مشہور و معلوم ہے کہ لوگوں نے رسول خدا صلعم کو روزانہ پانچ مرتبہ تو ضرور ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہوگا لیکن اس پر ایک بھی حدیث ہاتھ باندھنے کے بابت صحیح ثابت نہ ہوئی اور اہل سنت کے تین امام اہمین مختلف الاراء ہو گئے

معلوم ہو سکے کہ اہل سنت و جماعت کے چار پیشوا ہیں۔ اول امام ابو حنیفہ دوم امام شافعی سوم امام احمد بن حنبل چہارم امام مالک رحمہ اللہ۔ ان میں سے امام ابو حنیفہ نماز میں بحالت قیام ناف پر ہاتھ باندھنا جائز رکھتے ہیں اور امام شافعی سینہ پر۔ اور امام احمد بن حنبل ایک روایت سے مثل ابو حنیفہ اور ایک روایت سے مثل شافعی حکم دیتے ہیں یعنی مذنب بن فلک ہیں۔ امام مالک شیعوں کی طرح قطعی ہاتھ کھول کر نماز میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ انا نجا کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں فقط نماز میں قیام کا حکم دیا ہے اور کچھ تخصیص ہاتھ باندھنے کی نہیں فرمائی اور آثار سلف کا اختلاف ایسا کہ چاروں امام اہلسنت باہم مختلف تو ثابت ہوا کہ فقط اجتہاد آئمہ پر عمل کیا جاتا ہے اور چونکہ ہاتھ باندھنے سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار مقصود ہے تو یہ نسبت ناف اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے اگر انہی مشکیں باندھ کر انسان نماز پڑھا کرتے تو زیادہ عاجزی و فروتنی ہوگی اور پھر تعجب یہ کہ وہ فروتنی اور عاجزی فقط قیام کی حالت میں ہے نہ مختصر رہتی ہے قعود اور رکوع و سجود میں بالکل مفقود ہوتی ہے اسکے کیا معنی کہ نماز کے ایک جزو میں فروتنی ہو اور دیگر اجزاء و ارکان میں سرکشی کیجاوے۔ اب یہ امر تو متحقق ہے کہ نماز میں فرض قیام ہے بلا خصوصیت کسی وضع کے اور مجتہدین اہلسنت نے جس آثار سلف پر اعتبار کر کے ایک جدا طریق اپنا قیام کے بابت پیدا کیا ہے اسکی مفصل کیفیت لکھی جاتی ہے شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے کتاب الاذان میں مرقوم ہے کہ امام مالک نے تو ارسال کا حکم دیا یعنی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا۔ اور ابو حنیفہ زیناف ہاتھ باندھنے کا حکم کرتے ہیں اور شافعی

سینہ پر ہاتھ رکھنے کا اور احمد بن حنبل مشترک ہیں شافعی اور ابو حنیفہ ہیں۔ اور یہ بھی  
 ورج ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حجت حدیث سہل بن سعد پر ہے یعنی اس حدیث کی رو سے  
 امام ابو حنیفہ ناف پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب  
 الاذان کے باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ میں اس طرح مروی ہے  
 حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابی حازم عن سہل بن  
 سعد قال کان الناس یؤمنون ان یضع الرجل الید الیمنی علی رء  
 الیسری فی الصلوٰۃ یعنی سہل بن سعد نے کہا ہے کہ آدمی حکم دیئے جاتے تھے  
 کہ مرو اپنا دست راست بازوئے چپ پر نماز میں رکھے۔ اب اس حدیث کی سند  
 نسبت صحیح بخاری میں ہے قال ابو حازم لا اعلمہ الا ینمی ذلک الی الذبی  
 صلعم یعنی کہا ابو حازم نے (جو راوی اول ہے اس حدیث کا سہل بن سعد سے)  
 کہ میں اس کو نہیں جانتا مگر یہ کہ وہ نسبت کرتا تھا اس حدیث کو طرف رسول خدا صلعم  
 یعنی خود راوی صاحب کو بھی معلوم نہیں کہ کہنے والا اس حدیث کا کون شخص تھا۔  
 اسمعیل بن ابی اویس نے ینمی ذلک بصیغہ مجهول بیان کیا ہے۔ یعنی ابو حازم  
 نے یہ کہا کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا مگر منسوب کی گئی ہے طرف رسول خدا صلعم  
 یہ حدیث اول تو خود مشتبه ہے اور اصل راوی مجهول ہے طریق عبد اللہ بن مسلمہ  
 سے اور بطریق اسمعیل بن اویس خود روایت ہی مجهول ہے۔ اور مضمون روایت  
 ایسا محمل اور مبہم ہے کہ یہ بھی راوی کو معلوم نہیں کہ اس طرح ہاتھ رکھنے کا حکم

آدمیوں کو کس نے دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ یہ بھیج کھلا کہ سینہ پر اس طرح ہاتھ رکھے یا شکم پر یا پشت  
سریا پشت پر۔ اب فقط جتنا داورائے ائمہ اربعہ کی باقی رہی جیسا کہ لکھا ہے شیخ الاسلام شمس

صحیح بخاری میں (و نہادون دست بر دست متفق علیہ است میان ائمہ الامام مالک کہ نزد

وی ارسال است بلحاظ وضع۔ ولیکن نزد امام ابو حنیفہ و بروایت از امام احمد بن حنبل در زیر

ناف نہند و نزد امام شافعی برابر بر سینہ و بروایت از احمد مخیر است خواہ زیر ناف نہند یا برابر <sup>سینہ</sup>

اب ہاتھ باندھنے والے ہلنت کے ائمہ میں تین امام رہے دیگر امام زیر ناف باندھنے کا

حکم دیتے ہیں اور دیگر امام سینہ پر یعنی امام احمد بن حنبل مشترک ہیں رائے امام ابو حنیفہ

اور شافعی میں۔ استدلال امام ابو حنیفہ اور اون کے صاحبین کی حدیث ابو حازم تو اوپر

مذکور ہو چکی اب امام شافعی کی حجت کو ملاحظہ فرمایا جاوے کہ شیخ الاسلام میں مذکور ہے

و حجت شافعی حدیث دائل بن جبر است کہ گفت نماز گزارم بار رسول خدا صلعم پس نہاد

دست راست را بر دست چپ بر سینہ خود۔ اور ایسی ہی ایک روایت ترمذی نے قیصر بن

ہلب کی کہ قیصر نے اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہے کہ اوس نے دیکھا رسول اللہ صلعم

کو کہ رکھتے تھے اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر شیخ الاسلام میں مندرج ہے کہ (دائل یعنی راوی حدیث

مسند الامام شافعی اور ہلب یعنی راوی ترمذی کہ بر سولی آمدہ بودند نزد آنحضرت استناد

صحبت و قرب ایشان در نماز ثابت نمی شود۔ و چون ذکر کردہ شد نزد ابراہیم نخعی حدیث دائل

در برداشتن دستہما نزد کوچ گفت ابراہیم اعرابی کہ نگذازد بار رسول خدا نماز اگر نماز روز آیا

وی اعلم باشد۔ و ترمذی با وجود روایت قیصر گفتہ امروین باب واسع است نزد علماء



پس یہ امر تو بخوبی ثابت ہو چکا کہ اہل اور بلہے و نواعرابی تھے اور علماء و کواؤنکے قول و فعل کا اعتبار نہیں نہ وہ کبھی خدمت رسول خدا میں رہے ایک مرتبہ قاصد ہو کر آئے تھے اور اس روز کے سوا کبھی انہوں نے رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ ترمذی کو خود اپنی روایت وثوق مر با اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہر دو روایات قابل اعتبار نہیں ہیں۔ بلکہ بڑے بڑے اکابر علماء اہلسنت کا یہ اعتراف ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث بھی ثابت نہیں ہوئی چنانچہ شیخ الاسلام میں قول شیخ ابن الہمام کا اس طرح منقول ہے۔ (شیخ ابن الہمام

گوید کہ حدیث دہ بیچ کے ازان بخصوص ثابت نشدہ پس حوالہ کردہ شومبرانیچہ معہود و مستقار نہادون آن حال قصد تعظیم و قیام و آن تحت سرہ است) ہلکو کمال تعجب اس امر کا ہے کہ اس بارہ میں ایک یہی حدیث اون اصحاب رسول خدا سے مروی نہیں ہے جو ہمیشہ رسول خدا کی خدمت میں حاضر رہ کر ہر روز آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کرتے تھے اگر رسول خدا صلعم نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تو ضرور تھا کہ بہت سی روایات صحابہ سے ہم پہنچتیں نہونا کسی روایت آپ کے صحابہ سے دلیل کامل اس بات کی ہے کہ زمانہ رسول خدا میں اسکا مطلق وجود نہ تھا۔ اور کچھ بعد نہیں کہ زمانہ خلافت نبی مروان میں ایسا رواج ہو گیا ہوا اور کسی خلیفہ نے حکماً اسکا اجرا کیا ہے اور مثل دیگر مسائل و بیرویات کے یہی عوام میں جاری ہو گئی جیسا کہ قاضی ابو حازم عن سہل بن سعد سے مترشح ہوتا ہے کہ ضرور آدمی کسی خلیفہ کے حکم سے عامور کئے گئے تھے کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرین چنانچہ خود مضمون روایت میں حوالہ حکم رسول خدا کا نہیں ہے اور زمانہ مابعد میں حکم دینے والے خلیفہ کا نام صلتحا نکال دیا گیا ہے

اور جو لوگ مرض نقص میں مبتلا ہو کر اپنے مسائل کی تائید میں موضوعی احادیث بنانے کے  
 عادی ہو گئے تھے انھوں نے بھی بعض آثارِ بارہ بین وضع کیں اور ان لوگوں کا یہ دستور  
 تھا کہ اگر کسی نامیہ مذہب والے سے مثلاً اونکا مناظرہ ہے تو وہ اپنی موضوعی حدیث کو حضرت  
 علی مرتضیٰ علیہ السلام سے منسوب کر کے بیان کرینگے تاکہ مخالف کو گنجائش نہ ملی ایسا ہی  
 ابنِ بارے میں ایک حدیث وضع ہوئی کہ ابو داؤد اور احمد و دارقطنی و بیہقی نے اس کو قویٰ  
 کیا اور حضرت علی مرتضیٰ سے منسوب کی گئی من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف  
 تحت السرة لیکن محدثین نقاد نے اس حدیث کو درجہ اعتبار سے خود گرا دیا شیخ الاسلام  
 میں ہے و نووی گفتہ کہ اتفاق کردہ اندر تضعیف این حدیث۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ قیام  
 نمازین ہاتھ باندھنا فرض ہے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ جب قدر احادیث اس بارہ میں بیان  
 کی گئی ہیں کوئی اونہیں سے صحیح ثابت نہیں ہوئی سبکے سب موضوعی اور شنبہ اور نامعتبر ہیں  
 ہیں باطریق عمل امت کا اور وہ دو طرح ہے ایک ہاتھ کھول کر نماز میں کھڑا ہونا۔ دوسرے ہاتھ  
 باندھنا اور چونکہ نماز میں محض قیام واجب ہے اور قیام کہتے ہیں سیدھا کھڑا ہونا نہ کھول کر۔  
 پس یہ طریقہ جو لوگ استعمال میں لاتے ہیں وہ اپنے فرض سے ادا ہو جاتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے  
 اپنی بارے سے خولہ بقصد تعظیم یا یہ باعث حکام وقت یا کسی اور غرض سے بحالت قیام نماز ہاتھ  
 باندھے خواہ سینہ پر یا زین یا اس وجہ سے بدعت ہے کہ کوئی حدیث اس بارے میں رسول خدا صلی  
 اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی اور ایک طوطہ پر تو بدعت سے بھی اسکا درجہ بڑھا ہوا ہے یعنی صریحاً اثبات  
 ہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اگر کوئی شخص یوں سمجھے کہ ہاتھ باندھنا فعل تعظیم ہے اس لیے قیام

نماز میں ہاتھ باندھنا اولیٰ ہے تو یہ اسکی غلطی ہے کیونکہ جس فعل کو دینیات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا یا اسکا حکم نہیں دیا ہے اور انکے بعد کسی نے اپنی رائے سے نکال لیا ہے کیسا ہی بظاہر مستحسن معلوم ہو لیکن بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی میں ڈالنے والی ہے۔ اگر اہلسنت و الجماعت ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے پر طعن کرتے ہیں تو وہ اپنے عقیدہ کے بموجب سخت گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ انکے ائمہ اربعہ میں سے ایک امام مالک نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور حریم شریفین میں انکا مصلیٰ موجود ہے جسپر ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی ہے اور جو عقائد اہلسنت و الجماعت کے امام مالک کا مذہب برحق ہے۔ پس اگر وہ معترض حریم شریفین میں پایا جاوے تو ضرور اسکو تعذیر دیا و گئی۔ ہاں سینہ یا ناف پر ہاتھ باندھنے والوں پر اگر کوئی معترض ہو تو بیجا نہیں ہے کیونکہ خدا نے اسطرح حکم دیا ہے نہ رسول خدا نے کیا ہے نہ کہا ہے۔ اسلئے بدعت پر معترض ہونا بیجا نہیں اور ہاتھ باندھنے والوں کو جو اسکے اور کچھ جواب نہیں کہ ہم بقصد تعظیم ایسا کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ نسبت اسکے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر کھڑا ہونا زیادہ تعظیم اور نیز عاجزی اور فروتنی کا اظہار ہے پھر ہاتھ جوڑ کر کیوں نہیں کھڑے ہو کرتے اور اگر اس سے بھی زیادہ اپنی عاجزی کا اظہار منظور ہو تو اپنی مشکین باندھ کر کھڑا ہونا چاہے لیکن بحث یہ ہے کہ ہم لوگوں کو دینیات میں اپنی رائے کا داخل کرنا جائز نہیں ہے جو طریقہ جناب سرور کائنات نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے اویسکے پابندی ہمپر واجب ہے اپنی طرف سے دینیات میں جدید امر اختراع کرنا سخت ممنوع ہے جیسا کہ فرمایا ہے شارع علیہ السلام نے کل بدعت ضلالۃ بعض لوگوں نے بدعت کو دو قسم سمجھا ہے بدعت سنیہ اور بدعت حسنہ اور کچھ بعید نہیں ہے کہ براہ غلط فہمی اس

بدعت کو بدعت حسنہ سمجھ کر اپنے دل کو تسلی دین لیکن دراصل کوئی بدعت نیک نہیں ہے اور جو  
 حدیث متذکرہ صدر ہر قسم کی بدعت گمراہی میں ڈالنے والی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار  
 رکن چہارم و باب قرأت بعد تکبیر تحریمہ جس سے یہ مراد ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ کے شروع  
 قرأت سورۃ الحمد سے ہونی چاہیے یا بحسب طریق السنۃ و الجماعت دعا سبحانک اللہم  
 بحمک الخ پڑھی جاوے۔ یعنی اس بارے میں طریقہ سنون کیا ہے واضح ہو کہ مذہب شافعیہ  
 میں نماز فرض اور نفل میں مستحب ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ و قبل از قرأت قرآن دعا انی  
 وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض اور دعاے سبحانک اللہم الخ پڑھیں  
 اور خفیہ و احمد کے مذہب میں فقط دعاے سبحانک اللہم الخ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ کذا فی  
 شیخ الاسلام۔ اور مذہب شیعہ امامیہ اشاعشرہ میں بعد تکبیر تحریمہ کے شروع قرأت سورۃ الحمد  
 کی جاتی ہے۔ اب ہم تحقیق اس امر کی کرتے ہیں کہ آیا بروی احادیث صحیحہ مرویہ السنۃ و الجماعت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل اس بارے میں کیا ثابت ہوتا ہے آیا آپ شیعوں کے طرح اقتراح نماز  
 و شروع قرأت سورۃ الحمد سے کرتے تھے یا السنۃ و الجماعت کے طریق پر ادعویہ متذکرہ  
 صدر افتخار صلوٰۃ شروع قرأت فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کے ملاحظہ سے صاف  
 ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع قرأت اور افتخار نماز سورۃ الحمد سے کیا کرتے تھے اور  
 اسی طرح دوسروں کو حکم دیتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الاذان کے باب  
 ما یقرع بعد التکبیر میں مروی ہے حد ثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبہ  
 عن قتادہ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یفتخون الصلوٰۃ بالحمد للہ

و بوالعین یعنی حفص بن عمر نے روایت کی شعبہ سے اور اس وقت تادمہ اور اسٹینس ہر باگ  
 کے کتب خانہ میں نبی صلعم اور ابوبکر و عمر افتاح نماز کرتے تھے الحمد للہ رب العالمین سے۔  
 اور اس جگہ افتاح نماز سے شروع قرائت ہے بعد تکبیر کے ورنہ افتاح نماز تکبیر سے ہوتا ہے  
 اور یہ وہ ایک حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ استخراج کیا ہے اس کو مسلم نے اپنی  
 صحیح میں کہ آنحضرت صلعم افتاح نماز تکبیر سے کیا کرتے تھے اور افتاح قرائت الحمد للہ  
 رب العالمین سے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث میں الحمد سے پہلے بسم اللہ کا  
 ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جزو ہے سورہ الحمد کا جیسا کہ ابن  
 کیا ہے امام شافعی نے ہی حدیث میں کہ الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورہ الحمد ہے اور وہ  
 شروع ہوتی ہے اپنی پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اور ختم ہوتی ہے والافضالین  
 اور امام مالک کے نزدیک بسم اللہ سورہ کے شروع میں نازل ہوئی ہے اس لیے پڑھنا بسم اللہ کا  
 ہر سورہ کے شروع پر واجب ہے تنبیہ حدیث مندرجہ بالا کے مضمون سے صاف مترشح  
 ہوتا ہے کہ انس بن مالک نے یہ حدیث ایسے زمانہ میں بیان کی ہے کہ لوگوں نے بعد تکبیر اور  
 قبل الحمد کچھ دعائیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے شامل نماز کر لیں تھیں کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلعم  
 کے ساتھ جو طریق عمل شیخین کا بیان کیا ہے اس سے یہی مطلب ہے کہ زمانہ جناب ہو بخدا  
 صلعم اور زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر بن بعد تکبیر یہ شروع قرائت الحمد سے ہوتی تھی  
 اور حضرت عثمان کی خلافت میں دعاء اختراع ہوئی ہے۔ اور یہ بات کچھ بعید از قیاس نہیں ہے  
 کیونکہ اکثر معاملات میں تغیر و تبدل خاص حضرت عثمان کے ہی زمانہ میں ہوا ہے اور پھر معاویہ

اور مروان اور اوسکی اولاد کی خلافت ایام میں حکماً اون اُمور کی پابندی کرائی گئی جنکو حضرت عثمان  
یا حضرت معاویہ و حضرت مروان نے مجذبات خلاف طریقہ رسول خدا و شیخین کے جاری کیا تھا۔ اور  
میں یقین کرتا ہوں کہ ہاتھ باندھ کر نواز پڑھنا بھی انھیں بزرگواروں کے اختراعات سے جاری  
ہوا ہے۔ اگرچہ عبدالرحمن بن عوف نے بوقت شوری حضرت عثمان سے اس بات کا عہد لیا  
کہ وہ جملہ امور میں تقلید شیخین کی کرتے رہیں گے لیکن کتب احادیث و سیر کے دیکھنے سے  
پایا جاتا ہے کہ انکے زمانہ خلافت میں کھلم کھلا مخالفت افعال رسول اللہ صلعم اور حضرت  
شیخین کی کی گئی۔ جیسا کہ حکم اور مروان کو رسول خدا صلعم نے پڑ لیس نکالا دیا اور حضرت  
شیخین نے اوس حکم کا اتباع کیا مگر حضرت عثمان نے نبی صلعم کے حکم کو منسوخ کر کے اپنے پاس  
بلایا اور صاحب جاہ و حشمت کر دیا۔ یا ثعلبہ بن حاطب سے خلافت حکم خدا و رسول و خلا  
طریقہ شیخین زکوٰۃ لیلی۔ یا قرآن شریف مرتبہ و مجربہ خلافت شیخین کو مطلقاً تلف کر کے اپنی  
ترتیب کو جاری کیا۔ اور بہت سے امور میں کہ یہ سالہ گنجائش او کی نہیں رکھتا۔ باعث  
ترویج بدعات زمانہ خلافت حضرت عثمان کا یہ ہے کہ زمانہ خلافت نبی اُمیہ میں خدا و رسول کا  
حکم ٹل جاتا تھا اگر یہ مجال کیسی نہ تھی کہ حضرت عثمان کے حکم کو ٹال دے۔ میں اس بار وہاں  
میں ایک مجلد کتاب لکھ سکتا ہوں لیکن اس رسالہ میں ایسے امور کا ذکر کرنا بالکل بے محل ہے  
اس موقع پر فقط ایک روایت پر اکتفا کرتا ہوں کہ اتفاق سے تیسیر القاری شرح صحیح بخاری  
میں اسوجہ سے میری نظر سے گزری کہ اوسکے حاشیہ پر جو شرح ثانی مسملی بہ شیخ الاسلام لکھی  
ہوئی ہے اوسکی کتاب الاذان اور اسکی کتاب الحج ایک ہی اوراق میں ہیں تیسیر القاری کی

کتاب الحج باب الصلوۃ یمینی من مروی ہے۔ عن عبد اللہ ابن مسعود قال صلیت مع النبی صلیم  
 رکعتین ومع ابی بکر رکعتین ومع عمر رکعتین ثم تفرقت کلم الطريق فی الیت خطی مع اربع رکعتان  
 متقبلتان یعنی بطریق قبضہ۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی ہے  
 ساتھ رسول خدا صلیم کے دو رکعتین اور ساتھ ابوبکر کے دو رکعت اور ساتھ عمر کے دو رکعت بعد  
 اسکے طریق مختلف ہو گیا اور کاش کہ نصیب میرا ان چار رکعتوں میں سے جو عثمان نے  
 پڑھیں دو رکعت مقبول ہوتی تھیں۔ شارح کہتے ہیں۔ یعنی کاش عثمان دو رکعت گزار دے

چنانکہ آنحضرت و یاران او گذار داند۔ و درین ادا اظہار کرامت فعل عثمان است از جہت  
 مخالفت مرآئرا کہ مقتد ابووند۔ علاوہ حدیث متذکرہ اول کے ایک اور حدیث جس سے  
 بعد تکبیر قرات قرآن کا حکم پایا گیا ہے صحیح بخاری کے باب وجوب القرات للامام و انما  
 میں مروی ہے حد ثنا محمد بن یشار قال حد ثنا یحییٰ قطان عن عبد اللہ  
 عمری قال حد ثنا سعید بن ابی سعید عن ابیہ عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلیم  
 دخل المسجد فدخل رجل فصله وسلم علی النبی صلیم فردد وقال ارجع فصل  
 فاناک لم تصل فارجع فصلکماصل ثم جاء فسلم علی النبی صلیم فقال ارجع  
 فصل فاناک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثت بالحق ما احسن غیوہ فعلینہ  
 فقال اذا قمت الی الصلوۃ فکبیر ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن ثم ارفع  
 حتی تطمئن مراکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائماً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع  
 وافعل ذلک فی الصلوۃ کلما یعنی روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلیم داخل



ہوئے مسجد میں کہ ایک آدمی آیا اور اسنے نماز پڑھی اور حضرت کو سلام کیا حضرت نے جواب سلام کا دیکر فرمایا کہ پھر لوٹ جا اور نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے پس وہ شخص لوٹ آیا اور پھر اسی طرح نماز پڑھی جیسے کہ پہلے پڑھی تھی اور نماز پڑھ کر پھر حضرت کے پاس آیا اور سلام کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ لوٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہیں پڑھی اور تین مرتبہ اسی طرح فرمایا پھر تیسری بار وہ شخص بولا کہ یا حضرت مجھے قسم ہے اسکی کہ جسنے تلو برتتی مہوت کیا ہے کہ مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنی نہیں آتی آپ مجھے تعلیم فرمادیجئے تب حضرت نے فرمایا کہ جبوقت تو نماز کو کھڑا ہو تو اول تکبیر کہہ بعد اس کے جو کچھ کہ قرآن میں سے تجھے یاد ہے وہ پڑھ (یعنی الحمد اور جو اور کوئی سورت یاد ہو) بعد اسکے رکوع کر یا تک کہ رکوع میں طہینان ہو پھر سر اٹھا یا تک کہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو پھر سجدہ کر یا تک کہ سجدہ میں اطمینان حاصل ہو پھر سر اٹھا اور اطمینان کے ساتھ جلسہ کر اور اسی طرح ساری رکعتیں نماز کی پوری کر

تنبیہ نسبت رکعتیں آخر میں اور حکم ہے جیسا کہ شیخ الاسلام میں ہے کہ رکعت آخر میں میں مختار ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے یا تسبیح پڑھے بموجب روایت حضرت علی اور ابن مسعود اور عائشہ کے کہ کہا اوھون نے۔ (کہ قرأت میکرند در اولین ونمی خوانند در آخرین و در وسط تسبیح میکرند در آخرین۔ وہم چنین زابراہیم نخعی وسفیان ثوری مرویست۔ شرح الامام کے دوسرے باب یقرئی الاخرین بفاتحہ الکتاب میں مرقوم ہے۔ وازنجا وجوب فاتحہ در آخرین لازم نہیابدلیل وایت ابن منذر از امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ گفت قرأت ابن را اولین و تسبیح کن در آخرین چونکہ شبیہہ امامیہ رکعتیں آخرین میں تسبیح پڑھتے ہیں اسلئے

متبع سنت ہیں پس جو شخص تسبیح پڑھنے والوں پر معترض ہو وہ سنت نبوی پر معترض ہوگا  
 حدیث متذکرہ صدر سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ السنۃ جو بعد جہتین بغیر جلسہ کھڑے ہو جانے  
 میں فیعل اور اختلاف سنت ہے اور شیعہ جو سجدتین کے بعد باطمینان جلسہ کر کے اٹھتے  
 ہیں وہ متبع سنت ہیں۔ اب ہم یہ تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ خفیون نے دعائے استقلال  
 نماز کما نسیہ نکالی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ ماخذ انکا وہ حدیث ابی ہریرہ کے ہے جسکو بخاری  
 نے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی علیہ وسلم بعد تکبیر قبل شروع عقرارت کچھ تھوڑا  
 دیر تک ساکت رہتے تھے۔ اسپر امام ابو حنیفہ اور احمد نے گمان کر لیا ہے کہ دعا کرتے  
 تھے۔ مگر یہ وہی نقل ہے کہ کسی شخص نے بھیگی ہوئی بلی کو دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ بارش ہو رہی ہے  
 ثبوت اس امر کا کہ اسی حدیث کی بنا پر امام ابو حنیفہ نے دعائے استقلال نماز کو مستحب قرار دیا  
 یہ ہے کہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے۔ واین حدیث  
 دلیل است بر خواندن دعائے استقلال بخلاف امام مالک کہ گوید مستحب نیست ولیکن امام  
 ابو حنیفہ واحمد استقلال در فرض بہ تسبیح و ثنا گویند انھم

رکن خیم رفع یدین کے بیان میں رفع یدین کے معنی بلند کرنا ہاتھوں کا ہے اور  
 اصطلاح فقہین بروقت کہنے تکبیر کے دونوں ہاتھوں کا بلند کرنا ہے۔ واضح ہو کہ السنۃ  
 والجماعت خصوصاً حنفی مذہب میں سوائے تکبیر تحریر کے دیگر تکبیروں کے وقت رفع یدین  
 ناجائز ہے۔ اور صحاح السنۃ سے قطعی طور پر ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ  
 افضل التسلیمات ہر تکبیر کہنے کی وقت رفع یدین کرتے تھے اب اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ

ٹھیک طریقہ یہی ہے کہ صلعم پر کون چلتا ہے اور سنت نبوی کا مخالف کون ہے شیعیہ امامیہ  
 اثنا عشریہ بموجب طریقہ رسول خدا صلعم سوائے تکبیر تحریم کے دیگر تکبیروں پر بھی رفع یدین کرتے  
 ہیں اور اہلسنت و اجماعت اسکے خلاف کرتے ہیں صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے  
 باب رفع الیدین فی تکبیر الاولیٰ میں حدیث مسطورہ ذیل مرقوم ہے حد ثنا عبد اللہ بن  
 مسلم عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ان رسول اللہ  
 صلعم کان یرفع یدیه حد و منکبیه اذا افتتح الصلوٰۃ واذا اکبر للکروع واذا رفع  
 لاسہ من الکروع رفعہما کذاک ایضا وقال سمع اللہ من حمد ربنا واک الحمد وکان  
 لا یفعل ذلک فی السجود یعنی سالم بن عبد اللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ  
 یہ تحقیق کہ رسول خدا صلعم دونوں ہاتھ دوش کے برابر بلند کرتے تھے جبکہ غار شروع کرتے  
 تھے اور نیز جبکہ تکبیر واسطے رکوع کے کرتے تھے اور جبکہ سر رکوع سے اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اور  
 بلند کرتے تھے اور کہتے تھے سمع اللہ من حمد ربنا واک الحمد (اور روایت ثانی میں ربنا  
 واک الحمد شامل نہیں ہے) اور آنحضرت سجدوں میں ایسے نہیں کیا کرتے تھے شیخ الاسلام  
 شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اکثر شافعیہ سجدوں کی وقت بھی تکبیر  
 پر رفع یدین کرتے ہیں۔ اور اہلسنت میں جو ایک فرقہ اہل حدیث کہلاتا ہے اور وہ فقہاء  
 اربعہ میں سے کسی کی تقلید میں ہیں وہ بھی ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے ہیں لیکن حنفی اسکو نہایت  
 مکروہ سمجھتے ہیں۔ اور حنفیہ نے یہاں تک غور کیا ہے سنت نبوی کے مخالفت کرنے والوں میں  
 درجہ اول پر امام ابو حنیفہ پائے جاتے ہیں اور ان کے بعد احمد بن حنبل ہیں اور سید طرح فقہاء

اربعین سے اتنا سنت پر کوشش کرنیوالے اول درجہ پر امام مالک ثابت ہوتے ہیں اور انکے بعد امام شافعی کا درجہ ہے دوسری حدیث صحیح بخاری باب رفع الیدین اذکبر واذا رکع واذا رفع ین بطریق محمد بن مقاتل عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے قال رايت رسول اللہ صلعم اذا قام فی الصلوۃ رفع یدیه حتی یکون اخذ ومنکبہ وہ کان یفعل ذلک حین یکبر الکرع ویفعل ذلک اذا رفع راسہ من الکرع ویقول سمع اللہ لمن حمد ولا یفعل ذلک فی السجود یعنی کہا ہے عبداللہ ابن عمر نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلعم کو کہ جب وقت وہ نماز کو کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ ہونڈھوں کے برابر بلند کرتے اور ایسے ہی کرتے تھے جبکہ رکوع کی واسطے تکبیر کرتے اور ایسا ہی جب کرتے کہ رکوع سے سر اونچا کرتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمد اور سجدہ میں ایسا نہیں کرتے تھے صحیح بخاری باب ایضاً بطریق سحی الواسطی عن ابی قلابہ مروی ہے کہ انہی مالک بن الحویرث اذا صلی کبر و رفع یدیه واذا اراد ان یکرع رفع یدیه واذا رفع راسہ من الکرع رفع یدیه وحدث ان رسول اللہ صلعم صنع هكذا یعنی ابی قلابہ نے مالک بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور بوقت سر اوٹھانے رکوع سے بھی رفع یدین کرتے اور حدیث کرتے کہ جناب رسول خدا صلعم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے وایضاً باب رفع الیدین اذا قام من الركعتین حدثننا عیاش بن الولید قال حدثنا عبداللہ اعلی قال حدثنا عبد اللہ عمری عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل

فی الصلوٰۃ کبیر رفع ید یدہ و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع ید یدہ و اذا قام من السرکتین رفع ید یدہ۔ و رفع ذلک ابن عمر الی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ و رحمہما ابن طرہان عن ایوب و موسیٰ بن عقبہ مختصلاً۔ و رحمہما ابن سلیم بن دینار عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر جب نماز شروع کرتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جبکہ رکوع کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تب بھی رفع یدین کرتے۔ اور سند اس حدیث کی ابن عمر نے طرف جناب رسول خدا صلعم کے کی ہے۔ اور ابن طرہان نے بھی اس حدیث کو ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر روایت کی ہے۔ اور نیز رحمہما ابن سلیم بن دینار نے ایوب سے اور اوسنے نافع سے اور اوسنے ابن عمر سے اور ابن عمر نے رسول خدا صلعم سے روایت کی ہے۔ ہم رفع یدین کے بارہ میں جہالتک دیکھتے ہیں صحاح ابیسنن مشاہیر صحابہ کی روایات سے مالا مال ہیں اور نہایت اطمینان کے ساتھ ثابت ہوا ہے کہ جناب مرفوعانہ صلعم ہمیشہ تکبیرات پر رفع یدین کرتے تھے اور دو سر فکوا اسکے کرنا حکم دیتے تھے اور ساتھ ہی اسکے ہکو نہایت درجہ تعجب اس بات کا ہے کہ ائمہ اربعہ ابیسنن میں سے فاضل امام ابوحنیفہ نے کیوں ایسے مستند اور معتبر روایات مشاہیر صحابہ سے مخالفت اختیار کی اور ایسے اکثر امور کو کیوں اختیار کیا کہ جبکہ مطلق وجود بھی مرویات مشاہیر صحابہ میں پایا نہیں جاتا جیسے قیام نماز میں ناف پر ماتھ باندھنا کہ اسکا آثار سلف سے مطلق وجود پایا نہیں گیا اسکو اوصوں نے اختیار کیا

اور فریدین جسکا کرنا رسول خدا کی نسبت مشابہ صحابہ کی کثیر روایات سے ثابت ہوا ہے ترک  
 کر دیا اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ انکا زمانہ خلفائے مروانیہ کے زمانہ سے زیادہ ملحق  
 تھا اور حسبہ تغیرات دین میں واقع ہوئے ہیں وہ سب بنی امیہ کے طفیل سے ہوئے اور سلطنت  
 اونکی چونکہ قریب ایک سو برس کے مسلسل مستقل طور سے قائم رہے کیسکی مجال تھی کہ اونکے  
 رسمیات کو ترک کر کے آثار سلف کی تفتیش کرے اور جبکہ اس سو برس کے عرصہ میں علم ہادی  
 کئی کئی پشتیں خلفائے بنی امیہ کی تقلید میں گزر گئیں تو آخر کار عامی تغیرات دینی ایسے سمجھے  
 گئے کہ گویا اسی طرح زمانہ رسول خدا سے ہوتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن جبکہ زمانہ سلطنت  
 بنی عباس کا آیا اور ہر امر کی نسبت تحقیق تفتیش شروع ہوئی کہ فلاں امر میں زمانہ رسول خدا  
 کیا عمل فرماتا تھا اور سوت ہر بات کھانے لگی لیکن چونکہ عمل زمانہ رسول خدا نہ توقید کتابت  
 میں تھا نہ سواک الہدیت پیغمبر صلعم کوئی خاندان ایسا تھا کہ اون میں ترویج بنی امیہ نے اثر کیا  
 اور عمل زمانہ رسول خدا اونکے سینہ سینہ چلا آ رہا ہوا سائے بہت باتوں میں غیر لوگوں سے  
 عمل زمانہ رسول خدا معلوم ہو سکا اور چونکہ الہدیت پیغمبر کی طرف اس زمانہ میں بھی بخوف  
 خلفائے بنی عباس عام لوگ بھجے نہ ہوئے اور اون سے مسائل نبی اخذ کر نیکی جرأت نہ پائی  
 ایسے بہت سے امور موجود زمانہ بنی امیہ قائم رہ گئے اور شافعی ابو یوسف وغیرہ متاخرین کی  
 کوششوں کا کوئی نتیجہ کافی برآمد نہ ہوا۔ مگر تاہم نسبت اجتہاد امام ابو حنیفہ کے انھوں نے  
 تصدیق کامیابی حاصل کی اور چون چون زمانہ بنی امیہ کو بعد ہو گیا زمانہ رسول خدا کے آثار  
 کاشف ہوئے کہ اس وقت تقریباً ہر قسم کی روایت صحیح اہل سنت میں مندرج ہیں کہ

اون پر عموماً اہلسنت کا عمل نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ اپنے تمامی عقائد کا ثبوت اتحاد مندرجہ صحاح اہلسنت دیکھتے ہیں۔ اب اگرچہ اکثر مسائل نبی احادیث مندرجہ صحیحین سے خلاف اجتہاد امام ابوحنیفہ کے پائے جاتے ہیں اور صحیحین کے روایات کی صحت اور سند میں عام اہلسنت کو کلام نہیں لیکن محض اسوجہ سے کہ جب ہم قدیم سے مقلد امام ابوحنیفہ کو ہیں تو پھر اوکلی تقلید کیسے چھوڑ دیں اب تو بہشت میں جہائن یاد و رخ میں جسکے نام پر ایک دفعہ بک چکے ہیں اوکلی تقلید کیسے چھوڑ دیں میرے نزدیک امام ابوحنیفہ اپنی محبوبہ کو خوب جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ نبی امیہ کی مصلحت کے اثر سے آثار زمانہ رسول خدا کا انگشتان کامل طور سے اس زمانہ میں نہیں ہو سکا ہے اسلئے وہ اپنے شاگردوں کو حکم دینگے تھے کہ اگر میرے قول کے برخلاف اصلیت ثابت ہو تو میرے قول کی پابندی نہ کرنا لیکن شاگردوں کو اوستاد کی تقلید کا مشرک ہونا پسند نہوا اسلئے امام ابوحنیفہ کے اس وصیت نے کوئی بہتر نتیجہ پیدا نہ کیا کاش امام ابوحنیفہ اس وصیت کو تشبیح کے ساتھ کرتے تو اونکے اصحاب سے سرسری بات سمجھ کر خاموش نہ رہتے اور جو ضرورتیں اوکلی کا وہ قانون پر اونکے ہمعصر علماء نے کئے ہیں اسکی بھی نوبت نہ پہنچتی۔ صحیح بخاری میں بتلیس مقامات میں امام ابوحنیفہ پر طعن کیے گئے ہیں اس طرح امام شافعی اور اونکے اتباع نے بہت دلیلی کے ساتھ انکے طاعن کا ابطال کیا لیکن خفیوچہ اس وقت یہ عمدہ ضابطہ پالیسی اختیار کیا کہ اون طاعن کو منکر کرکے ہتھیار کیا۔ اگر سائنات نہ ہوتے تو جواب شافی دے نہیں سکتے تھے اپنی زندگی میں وہ سب بڑے بڑے محدث تھے لیکن اس وقت کا اسکو حکام کر گیا۔ رفتی ثانی کی طر سے یہ اصحاب میں نہایت غلو کیا گیا کہ امام شافعی اور اونکے اتباع کو کفر کے فتوے دیئے گئے اور



ایہ صغیر و ن کی جانب سے چاروں مذاہب کے برحق ہونیکا اعلان کیا گیا جب مخالفوں نے اپنے اپنے فرقوں کی یہ چالوسی دیکھی وہ بھی مطاعن سے باز رہے اور یحضر ابو یوسف وغیرہ اصحاب امام ابو حنیفہ سلطنت بنی عباس کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے اور یہ طریقہ عام جاری ہو گیا کہ کسی ملک اور شہر اور قصبہ میں قاضی اور مفتی اور امام اور مؤذن اور معلم سوائے حنفی مذاہب کے دوسرا مقرر نہ ہو۔ اس وجہ سے مذاہب حنفی تمام ممالک اسلام میں پھیل گیا کافی نظیر اس امر کی ملک مصر کی تبدیلی مذاہب ہے کہ زمانہ سلطین فاطمیہ تقریباً تمام ملک مصر کا مذاہب شیعہ تھا اور اب ابلسنت کی عملداری ہوئی اور قاضی مفتی جس مذاہب کے مقرر ہوئے وہ ہی مذاہب ملک میں رائج ہو یعنی کبھی سہلہ ملک حنفی ہو گیا اور کبھی شافعی ہو گیا۔ ابتدائے زمانہ میں جو مذاہب شیعہ کم شایع ہوا اور دیگر مذاہب جو برخلاف اسکے تھے روز افزون ترقی پاتے رہے اسکی یہی وجہ تھی کہ قریب ایک سو سال تک ممالک اسلام میں بنی امیہ کا دخل نہ ہوا اور وہ دشمن خاندان رسول اللہ کے تھے۔ جس کا مذاہب شیعہ ثابت ہوا اس پر طرح طرح کی سختیاں پڑیں حضرت قبر اور حضرت کبیل وغیرہ ایک جماعت کثیر زمانہ معاویہ سے لیکر آخری خلیفہ اموی تک اسی مذاہب شیعہ کی بدولت شہید ہوئے طبقہ اول میں حضرت ابوذر غفاری اور عمار بن یاسر پر تشدد ہوئے اور بعد خلافت بنی امیہ کے بنی عباس نے پانستوبیس تک کوئی دقیقہ ظلم و ستم کا شیعیاں ابلیسیت سے اٹھانہیں کھانکے بعد ترکون کی سلطنت میں بھی یہی حال رہا شیعہوں کی جہان کے دشمن ہے اور واسطہ شایع کرنے مذاہب ابلسنت و جماعت کے قاضی و مفتی اور اصحاب میں سے چھانٹ کر مقرر ہوتے رہے سادات کو باشتیاء اس امر کے کہ انکا

مذہب شیعہ نہو عہدہ قضا نہیں ملتا تھا۔ اکثر سادات نے بطع عہدہ قضا اپنے آپ کو شیخ ظاہر کیا اور اس خلیہ سے عہدہ قضا حاصل کیا۔ اب انکو پھر سید ہونا دشوار ہو گیا جیسے قبضہ نگاہ کے حضرات کا اب غل چاچی اگر کرتے ہیں کہ ہم سید ہیں اور ہمارے بزرگوں نے بطع عہدہ قضا شیخ ہونا قبول کر لیا تھا اور سیادت کو چھپایا تھا اب ہمکو پھر سید کہو جبکہ شیعوں سے زمانہ ایسا ناسازگار رہا ہو پھر شیعوں اور ترقی کی امید کس طرح ہو سکتی تھی یا ان میں ہب کا قائم رہنا باوجود اس کثرت حوادث کے بیشک معجزہ اور خرق عادت ہے اور اس مذہب کے برحق ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے اگر کسی دوسرے مذہب پر باوصفہ او سکے عروج ہو جائے تو ایسے ہی حادثے پڑتے جیسے کہ مذہب شیعہ پر اسکے عین ایام حادثات سے پڑے ہیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ وہ مذہب بیچ و بنیاد سے اوکھڑا ہوا دنیا میں کوئی اوسکے نام سے بھی گاہ نہوتا

رکن ششم قنوت نماز فریضہ کے بیان میں قنوت کے معنی دعا مانگنے کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں قنوت سے وہ دعا مراد ہے کہ جو نماز کی دوسری رکعت میں بعد ختم قرأت قرآن قبل از رکوع پڑھی جاتی ہے۔ اہلسنت و الجماعت نے مثل رفع یدین وغیرہ اسکو نہ ترک کر دیا ہے۔ اور شیعہ اسکو فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں اور کوئی نماز ایسی نہیں ہے کہ جب میں قنوت نہ پڑھتے ہوں۔ علاوہ اسکے کہ قرآن پاک میں قنوت پڑھنے کا صاف یہ حکم کہ قوما للہ قانتین موجود ہے صحاح اہلسنت و الجماعت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ جناب سرور کائنات نے نماز میں قنوت پڑھا ہے اور آپ کے بعد صحابہ نے بھی ترک نہیں کیا ہے لیکن حضرات اہلسنت و الجماعت باوصفہ حکم خدا و رسول کے اسکو ترک کرتے ہیں اور شیعوں پر ناحق مقرر ہے

ہمارا مقصود اس موقع پر یہ ہے کہ ہم اس امر کی تحقیق کریں کہ آیا احادیث مندرجہ کتب اہلسنت سے قنوت کا کچھ وجود پایا جاتا ہے یا شیعوں نے ہی بزعم جہال اسکو اختراع کر لیا ہے پس اگر احادیث صحیحہ اہلسنت سے یہ ثابت ہو جاوے کہ رسول خدا صلعم بھی ہر نماز فرضیہ میں قنوت پڑھا کرتے تھے تو پھر کسیکو شیعوں پر اعتراض کرنیکا موقع نیکایہ چنانچہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات صلعم وقتیہ نمازوں کے قنوت میں ہر قسم کے مختلف دعائیں پڑھا کرتے تھے جیسے کہ ضعیفہ المسلمین کی مخصوص اور شاہد مشرکین کے حق میں یہ دعا مانگتے تھے اور بعد آنحضرت صلعم کے شیعہ فقط ادعیہ ماثورہ ہے قنوت میں پڑھتے ہیں مثل اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات واللھم اغفر لنا ولرحمننا وعافنا وعفوعنا انھم واللھم صل علی محمد و آل محمد اب جو ہم کتب مقبیرہ حدیث اہلسنت والجماعت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پایا جاتا ہے کہ صحیحین میں اس قنوت نماز فرضیہ کا باب ہی جدا ہے جسکو باب قنوت وتر سے کچھ بھی تعلق نہیں قنوت ویکا باب جدا ہے اور دیگر نماز ہائے وقتیہ کے قنوت کا باب جدا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں قنوت وتر سے علیہ ویکو نماز فرضیہ کے قنوت کا باب ہے اور اوہمیں روایت ہے حد ثنا معاذ بن فضالہ قال حد ثنا ہشام عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرہ قال لا قنوت فی صلوٰۃ النبی صلعم فکان ابو ہریرہ یقنوت فی الركعة الاخيرة من صلوٰۃ الظهر والعشاء وصلوٰۃ الصبح بعد ما یقول سمع اللہ من حمدہ فیدعو للمؤمنین والمؤمنات الکفار یعنی کما ابو ہریرہ نے کہ قریب تر کروں میں تم سے یعنی دکھاؤں میں تمکو نماز رسول اللہ صلعم کی (پھر تفسیر کرتا ہے اسکی اسوی) کہ ابو ہریرہ قنوت پڑھا کرتے تھے رکعت آخر نماز ظهر اور

نماز عشاء اور غار صبح میں بعد کہنے سمع اللہ لمن حمد کے پس وہ اوس قنوت میں دعا کیا کرتے تھے  
 واسطے مومنین کے اور لعنت کیا کرتے تھے کفار پر۔ اگرچہ اس روایت میں بالتحصیص نماز عصر اور غار صبح کا  
 ذکر نہیں لیکن قہر نہ دلالت اسی امر پر کرتا ہے کہ اون نماز میں بھی قنوت پڑھا جاتا تھا۔ اور بالتحصیص  
 اون کا نام بیان کر نیکی یہ وجہ ہے کہ عصر اور ظہر لاکر پڑھی ہوں اور مغرب کو عشاء سے ملا کر پڑھا ہوا اور  
 راوی نے بالتحصیص ذکر نہ کیا یا یہ کہ راوی کے سامنے یہ تین نمازیں ہی ابو ہریرہ نے پڑھی ہوں کیونکہ  
 عصر و مغرب میں نہ پڑھنا قنوت کا بیان نہیں کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ بعض لوگوں کو یہ گمان  
 ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی ضرورت سے چند روز نماز میں قنوت پڑھا تھا پھر ترک کر دیا۔  
 جس کا ذکر اکثر کتب میں تواریخ میں مندرج ہے لیکن اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سرور کائنات  
 ہمیشہ مستقل طور سے نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور جن لوگوں کو ترک کر دینے کا گمان ہوا تھا  
 وہ غلط ہے قنوت ترک نہیں ہوا بلکہ جن قبائل پر مخصوصاً بدعا کر نیکا ذکر کتب میں مندرج ہے  
 بعد رفع ضرورت اون قبائل پر قنوت میں بدعا کیا جاتا ترک ہوا تھا۔ اگر قنوت ہی نماز میں برائے  
 چند روز ہوتا تو ابو ہریرہ جیسے مشہور صحابی بعد رسول خدا صلعم ہرگز نماز فرض میں قنوت نہ پڑھا  
 کرتے۔ علاوہ اثبات قنوت کے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ کفار پر لعنت کرنا واجب ہے اور نماز فرض میں  
 ایک جزو ہے مگر اسے بر حال اون کے جو یہ سمجھتے ہیں کہ کفار اور مستحقین لعن پر بھی لعنت کرنا درست نہیں ہے  
 ایضاً صحیح بخاری بطریق ابوالیمان۔ ابو بکر و ابو سلمہ ابنہ عبد الرحمن سے روایت  
 نماز رسول خدا صلعم کے لکھے ہے کہ ابو ہریرہ نے بتلایا کہ رسول خدا صلعم سطر ح نماز پڑھا کرتے  
 تھے وہ دونوں جہانی کتے ہیں کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا

اصلاح نماز پڑھا کرتے تھے وہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلعم بعد رکوع کے قنوت میں مسنونہ کے حق میں بہتر نام لے لیا اور دعائے خیر کرتے اور اسی طرح کافروں کے حق میں نام بنام بد دعا فرماتے اس طرح اللہ صبح الولید بن الولید وسلمہ بن هشام وعیاش بن ابی ریحہ والمستغفر من المؤمنین اللہ خداوند تعالیٰ نجات دے ولید بن ولید (برادر خالد) اور سلمہ بن هشام (ابو ابوہریرہ) اور عیاش بن ابی ریحہ اور دیگر فضلاء مؤمنین کو اللہ صبح اشد دوطاء تک علی خداوند اسخت کر اپنے عذاب کو اوپر قبیلہ ضر کے وجعلہا سنین کسبنی یوسف اور اے خداوند او کی سالون کو شل قحط سالی یوسف علیہ السلام کے کر مری ہے کہ سیرت دعا آنحضرت صلعم مؤمنین کو برین نے خلاصی اور نجات پائی اور شرکین پر پست برس نکالیا قحط عظیم پر ایک استخوان اور ہزار کھانے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی روایات سے لوگوں کو شبہہ ہوا ہے کہ بعد رفع ضرورت حضرت نے قنوت ترک کر دیا ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ قنوت ترک نہیں ہوا صرف دعائیں قنوت کی وقتاً فوقتاً موافق ضرورت اور حاجت کے بدلتے رہے ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری میں درج ہے کہ طحاوی نے ابن مسعود روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے مدت ایک ماہ تک ہمیشہ ہر نماز فرضیہ و قتیہ کے قنوت میں عقبہ اور کواں پر بد دعا فرمائی ہے اور دیگر اہل سیر اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ کذا فی تاریخ ومعارج النبوت وروضة الاحباب وغیرہ چونکہ پہلی روایت میں تین نمازون ظہر اور عشاء و فجر میں قنوت ہونا روایت ابوہریرہؓ ثابت ہو چکا ہے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ دیگر نمازون

سبھی قنوت تھا لیکن راوی سے اوکا ذکر دگیا۔ اب ہکو ہمار قول کے موید ایک اور حدیث مروی ہے  
 بن مالک مشہور صحابی کی صحیح بخاری میں دستیاب ہوئی ایضاً صحیح بخاری حدیث  
 عبد اللہ بن ابی الاسود وقال حدثنا اسمعیل بن علیہ عن خالد الخذاء عن ابی قلاب  
 عن انس قال کان القنوت فی المغرب والفجر یعنی انس سے مروی ہے کہ قنوت مغرب اور فجر  
 میں تھا۔ چونکہ چار نمازوں میں قنوت روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے تو پانچویں نماز میں ضرور  
 قنوت تھا اور جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تار و زوفا نماز میں قنوت پڑھا ہے تو فرض ہونا  
 اسکا مسلم ہے اور ترک کرنا اسکا ترک فرض ہے اور تادم و اسپین حضرت کا نماز میں قنوت  
 پڑھنا اس طرح ثابت ہے کہ شیخ الاسلام میں ہے کہ عبد الرزاق نے بطریق ابی جعفر  
 یازمی انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور دم  
 تک کہ دنیا سے حلت فرمائی۔ محدثین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر حبیبہ شریف  
 نبوی لیکر اویس قرنی کے پاس پہنچے اور بعد ادا پر پیغام و سلام اویس قرنی سے طالب  
 دعا کے خیر کے اپنے حق میں ہوئے تو اویس نے جواب دیا کہ میں ہر نماز میں دعا کرتا ہوں اللھم  
 اغفر للمؤمنین والمؤمنات الھم پھر تمھارے حق میں تخصیص دعا کی کیا ہے۔ اگر تم مؤمن ہو  
 تو اس دعا کے شامل ہو۔ اگر نہیں ہو تو مستحق دعا نہیں ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعد رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عظام است ہر نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ یہ اویس قرنی وہ ہیں کہ جو زمانہ رسول خدا  
 میں ضرور اولیاء اللہ میں شامل سمجھے جاتے تھے۔ اگر یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات انکی  
 نہیں ہوئی لیکن عاشق زار رسول خدا کے تھے۔ حضرت عمر حبیبہ شریف نبوی اور انکی

لیکے توجہ لیلیا لیکن اون سے باخلاق پیش آئے اور دعا کرنے سے بھی گریز کیا نہ زیادہ غلات  
 اصحاب ثلثین وہ کسی خلیفہ کے پاس نہیں آئے مگر جسوقت جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ  
 سلام اقدس علیہ السلام خلافت ظاہری پر جلوہ افروز ہوئے اولیس قرنی بشوق زیارت امام  
 برحق و باشتیاق غرا و شہادت خدمت حیدر کرار میں حاضر ہوئے اور دشمنان دین سے لڑ کر  
 غزائیں شہید ہوئے یہ الکتبہ ذرا تعجب خیز بات ہے کہ حضرت اولیس قرنی سا بزرگ حضرت عجم  
 کی طرف مطلق توجہ نہ کرے اور حضرت علی کی خدمت میں نہایت شوق سے حاضر ہو۔ اور نیز  
 جس زمانہ خلفائے ثلثین کفار نصارا اور مجوس پر جہاد جاری تھا اونس مانہ میں اونکو شوق غزا  
 و شہادت پیدا نہوا اور جبکہ حضرت جابر الکفار و المنافقین معاویہ بن ابی سفیان سے برسر  
 غزا جہاد ہوئے اسوقت سے کمال اشتیاق سے خواجہ اولیس نے اپنے وطن مالوفہ کو ترک  
 کر کے ملازمت جناب حیدر کرار اختیار کی اور خلعت فاخرہ شہادت سے مخارج ہوئے

رکن ہفتم تسبیح رکوع و سجود کے بیان میں اگرچہ ان تسبیح میں باہم شیعہ  
 و سنی زیادہ اختلاف نہیں البتہ فقط سبحان ربی العظیم تو رکوع میں اور سبحان  
 ربی الاعلیٰ سجدہ میں تین تین بار پڑھتے ہیں اور شیعہ بھی انھیں تسبیح کو باضافہ لفظ و سبحان  
 و شمول بعض اذیہ ماثورہ پڑھتے ہیں اور ماہین سجدہ میں دعائے طلب غفرت بھی پڑھتے  
 جسکو البتہ نہ قطعاً ترک کر دیا ہے۔ البتہ کے فقہاء ہمارے میں مختلف ہیں امام مالک  
 اور امام شافعی مستحب سمجھتے ہیں رکوع و سجود میں پڑھنا ہر دعائے ماثورہ کا اور ابو حنیفہ اور  
 احمد فقط تسبیح متذکرہ بالا کا ہی پڑھنا جائز رکھتے ہیں چنانچہ شیخ الاسلام شامی صحیح بخاری

نے اسی باب کے اندر لکھا ہے کہ نزد شافعی و مالک نماز فرضیہ ہر چو اہد بخواند از ادعیہ ماثورہ

و نزد ابو حنیفہ و احمد سنت است کہ سہ بار سبحان ربی العظیم در رکوع سبحان ربی الاعلیٰ در سجدہ

سبحان و اناب ہم متوجہ ہوتے ہیں اس امر کی تحقیقات کی طرف کا حدیث صحیحہ مرویہ صحیح بخاری میں

رسول خدا صلی علیہ وسلم کی نسبت رکوع و سجود میں کیا پڑھنا ثابت ہوتا ہے آیا امام ابو حنیفہ کے قول

کی تائید ہوتی ہے یا شیعہ امامیہ اور امام مالک شافعی کے طریق کی سند ہوتی ہے چنانچہ

واضح ہو کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم بھی حسب طبع شیعہ پڑھتے ہیں تسبیح و تحمید پڑھا کرتے تھے اور استغفار

بھی کرتے تھے۔ دیکھو صحیح بخاری کے باب ذکر تسبیح رکوع و سجود میں کہ مروی ہے وعن

عائشہ قالت کان النبی صلی علیہ وسلم یکران یقول فی رکوعہ و سجودہ سبحانک اللہم۔ و ینزل

و یجزل۔ واللہم اغفر لی یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی صلی علیہ وسلم اکثر رکوع و سجود

میں کہہ کرتے تھے۔ سبحانک اللہم (تسبیح ہے اور ہم معنی ہے سبحان ربی العظیم و علی کے

اور ربنا و بھدک (تحمید ہے اور ہم معنی ہے و بھدک کے جو شیعہ کہتے ہیں) اور اللہم اغفر لی

(یہ ادعیہ ماثورہ میں سے ہے) کہ شیعوں کے نزدیک سجدہ و باپیں سجدہ اسکو پڑھتے ہیں کوئی

حجت نہیں اور علی العموم شیعہ باپیں السجدتین اس کو پڑھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں یہ بھی

مروی ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم تسبیح متذکرہ بالا کو باتشال فرمان الہی پڑھا کرتے تھے کہ قرآن

شریف میں آدھے فسبح بعد ریاء واستغفر یعنی پس تسبیح کر ساتھ حمد رب اپنے کے

یعنی یاد کر یا کبیرگی رب اپنے کو ساتھ حمد اوسکی کے یعنی تسبیح و تحمید دونوں کو ملا کر کہہ اور اسی

طلب امرزش کر اب معلوم ہوا کہ سبحان ربی العظیم و سجود پڑھنا فرض ہے اور اگر سجدہ کے



ساتھ شامل نہ کیا جاوے تو فرض ترک ہوتا ہے اور جو کوئی اسکے ترک پر اصرار کرے وہ قطعی کا فہم ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی طلب مغفرت بھی ان تسبیح میں شامل کرنا فرض ہے۔ اور تارکات کا مثل تارک تہمید کے ہے۔ اب حضرات حنفیہ کا محض سبحان ربی العظیم و اعلیٰ پڑھنا اور تحمید کو اس سے جدا کرنا ضرور ترک فرض ہے اور جب ترک فرض ہے تو غار کا ادا ہونا معلوم۔ اور پھر سخن پر پوری سے اپنے قول پر مصر ہونا ظاہر ہے کہ ترک فرض پر اصرار کرنا بالشرعاً کیسا گنگا شکار کیا جاتا ہے۔ یہاں خطائے اجتہادی کا حیلہ بھی کارگر نہیں ہے فاعتبدوا یا اولی الابصار

کہ ششم مکث مابین السجدتین کے بیان میں مذہب اہلسنت اجماعت میں خصوصاً حضرات حنفیہ میں مکث بین السجدتین یعنی دو نو سجدوں کے درمیان میں توقف کرنا ضرور نہیں وہ کوئی دعا اس موقع پر پڑھتے ہیں بلکہ ایک سجدہ کے بعد فوراً بلا توقف دوسرا سجدہ ایسی طرح کرتے ہیں کہ سجدہ اول کے بعد پورا سر بھی زمین سے اونچا نہیں کرتے جلسہ کرنا اور پڑھنا تو دکرنا رہا۔ اور مذہب شیعہ امامیہ میں سجدہ اول کے بعد جلسہ کرنا اور استغفار پڑھنا لازمی امر ہے اور شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے باب

المکث بین السجدتین میں لکھا ہے (مستحب است نزد امام احمد بن حنبل کہ بگوئی میان دو سجدہ رب اغفر لی و تکرار کند آنرا چند بار) اور مذہب شیعہ میں مابین السجدتین پڑھتے ہیں استغفر اللہ ربی من کل ذنب جو ہم معنی دعائے مجوزہ امام احمد بن حنبل کے ہے غرض کہ جہاں تک تحقیق کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو منجمل ائمہ اربعہ اہل سنت کے فقط ایک امام ابو حنیفہ مخالف مذہب اہلبیت رسول صلعم میں منفرد ہیں دیگر ائمہ کشتی کسی مسئلہ میں

اہل بیت نبوی کے موافق ہوئے ہیں مگر امام ابو حنیفہ صاحب ہر مسئلہ میں مختلف ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دیگر دو ائمہ اختلاف کیا ہے اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ اس بات کو عام و خاص سب جانتے ہیں کہ مذہب امامیہ کی تدوین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ہوئے اور امام ابو حنیفہ کو حضرت صادق علیہ السلام کی شاگردی کا بھی دعویٰ ہے تو ظاہر ہے کہ اگر ائمہ اہل سنت و جماعت ناوانستگی کی حالت میں بعض مسائل میں مذہب امامیہ سے متفق الرامی ہو گئے ہیں اور امام ابو حنیفہ بوجہ شاگردی اکثر مسائل مذہب امامیہ سے واقف تھے ایسے انھوں نے قصداً ان مسائل سے اختلاف کیا ہے چنانچہ مذہب حنیفیہ کا ایک اصولی قاعدہ اس وقت تک یہ مروج ہے کہ اگر کسی روایت میں باہم اہل سنت اختلاف ہو اور ایک صورت اختلافی موافق قول اہل تشیع کے واقع نہ ہوئی ہو اور دوسرے مخالف اوسکے اور استاد و دونو کے برابر ہوں صحت اور اعتبار میں تو حنفیوں کو لازم ہے کہ اوس روایت کو قبول کریں جو مخالف ہو مذہب شیعہ کے اور اوسکو ترک کر دیں جو مذہب شیعہ کے موافق ہو۔ اور طرفیہ ہے کہ یہ مخالفت اہل سنت نے جدید پیدائش میں کی ہے بلکہ دوازدہ علیہم السلام کے زمانہ میں بھی بعینہ یہی مخالفت تھی شواہد النبوة جامی میں لکھا ہے کہ حضرت قنبر اور حضرت کلیل کو زمانہ معویہ میں اس جرم پر حجاج نے شہید کیا کہ انھوں نے اوسکے کہنے سے مذہب علی ابن ابی طالب ترک نہ کیا۔ مامون رشید عباسی نے جس سال حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو عید کی نماز پڑھانے کو عید گاہ میں آپکو بھیجا اور حبس وقت آپ عید گاہ میں پہنچے تو ہر ایک قصاب نذاف بھی باکراۃ تمام آپکے پیچھے

تمہارے پڑھنے سے انکاری ہو گیا کہ یہ تو اپنے طریق کی نماز پڑھاؤں گے ہم انکے پیچھے نماز نہیں  
پڑھتے جتنی یا شافعی مذہب کا ایک جاہل اور ملحد اور فاسق و فاجر ذلیل قوم کا آدمی بھی اگر  
نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا تو عوام الناس بہت خوشی سے اس کے پیچھے نماز پڑھتے اور کوئی اس کے  
نہو تا لیکن امام رضا علیہ السلام چونکہ جگر گوشہ رسول مختار اور غایت درجہ کے عالم اور فضل  
اور زہاد اور عابد تھے جنکی بزرگی میں اہل خلاف کو بھی کلام نہیں اونکے پیچھے نماز پڑھنے سے شہر  
کے عوام اور خواص انکاری ہو گئے اور کیوں انکار نہ کرتے اس لئے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے  
انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی پس جبکہ  
مدار ہدایت اونکے تمسک پر اور مدار ضلالت اونکے ترک تمسک پر قرار پا چکا ہے تو ظاہر ہے  
کہ فضل انبوی جسکے شامل حال ہے اور ہدایت پانا اس کے قدر میں ہے وہ ضرور قرآن پاک  
اور عترت صاحب لولاک کی پیروی کر گیا اور گرم گشتگان بادیہ ضلالت کی خود بخود ایسی  
عقل ماری جاوے گی کہ امام رضا علیہ السلام جیسے پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری  
ہوں سبحان اللہ اوس فروع پاک جناب سرور کائنات اپنی امت کے افعال سے کیا راضی  
ہوئی ہوگی کہ جب اونکے جگر گوشہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہو گئے اور ہر قسم کے فساق  
و فجار کے پیچھے نماز پڑھی ہوگی کیا خوب تعمیل و محیت رسول خدا کی کیجائی ہو و سب علما  
الذین ظلموا بای منقلب ینقلبون و ایضاً صحیح بخاری کے اسی باب یعنی بکث  
رین السجۃ ین مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم جب قدر توقف رکوع اور سجود میں کرتے تھے  
او سب قدر دو نو سجود کے درمیان میں وقفہ کرتے تھے وہو ہذا احد شناعی بعد اللہ

قال حدثنا أبو أحمد محمد بن عبد الله الزبيري قال حدثنا مسلم بن عبد الله بن الحجاج عن علي بن  
 بن أبي ليلى عن البراء قال كان يسجد النبي صلى الله عليه وآله ركوعه وقعوده <sup>تدبر</sup> يسجد  
 قريبا من السواء يعني برابر بن عاوب کے کما ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدات اور رکوع  
 اور قعود میں السجدتین میں عرصہ قریب قریب برابر کے ہوتا تھا۔ یعنی جس قدر عرصہ میں آپ  
 ایک سجدہ اور رکوع کو بجا لاتے اسی قدر عرصہ تک آپ باہر بیٹھتے تھے دونوں کے قعود فرماتے  
 وایضا صحیح بخاری کے اسی باب میں دوسری حدیث بطریق سلیمان بن حرب  
 عن ثابت مروی ہے کہ ثابت نے کہا کہ انس بن مالک نے ہم سے طریقہ نماز رسول خدا  
 بیان کیا کہ جب طرح وہ پڑھا کرتے تھے اور انس بن مالک بعد رکوع اس قدر عرصہ تک  
 کھڑے ہوتے اور درمیان دو سجدوں کے اتنی دیر تک قعود فرماتے کہ لوگوں کو گمان ہو  
 کہ یہ ارکان نماز میں سے کوئی رکن بھول گئے ہیں کہ جس کو یاد کر رہے ہیں سگروای بر حال  
 اوں لوگوں کے کہ ایک قعدہ میں دو سجدے کرتے ہیں اور پھر دعویٰ اتباع سنت رسول  
 صلعم کرتے ہیں صحیح بخاری کی نسبت عوام اہلسنت وجماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ وہ  
 بعد قرآن اصح الکتاب ہے اور روایات اسکی سب صحیح ہیں مگر امام ابو حنیفہ کا اجتہاد بالکل  
 مخالف احادیث صحیحہ کے ہے اور ان کے مقلد ویدوہ و الاستحکام خدا و رسول کی مخالفت اور ان کے  
 مقابلہ میں جائز اور درست نہیں

رکن نہی <sup>۱</sup> <sup>۲</sup> <sup>۳</sup> <sup>۴</sup> <sup>۵</sup> <sup>۶</sup> <sup>۷</sup> <sup>۸</sup> <sup>۹</sup> <sup>۱۰</sup> <sup>۱۱</sup> <sup>۱۲</sup> <sup>۱۳</sup> <sup>۱۴</sup> <sup>۱۵</sup> <sup>۱۶</sup> <sup>۱۷</sup> <sup>۱۸</sup> <sup>۱۹</sup> <sup>۲۰</sup> <sup>۲۱</sup> <sup>۲۲</sup> <sup>۲۳</sup> <sup>۲۴</sup> <sup>۲۵</sup> <sup>۲۶</sup> <sup>۲۷</sup> <sup>۲۸</sup> <sup>۲۹</sup> <sup>۳۰</sup> <sup>۳۱</sup> <sup>۳۲</sup> <sup>۳۳</sup> <sup>۳۴</sup> <sup>۳۵</sup> <sup>۳۶</sup> <sup>۳۷</sup> <sup>۳۸</sup> <sup>۳۹</sup> <sup>۴۰</sup> <sup>۴۱</sup> <sup>۴۲</sup> <sup>۴۳</sup> <sup>۴۴</sup> <sup>۴۵</sup> <sup>۴۶</sup> <sup>۴۷</sup> <sup>۴۸</sup> <sup>۴۹</sup> <sup>۵۰</sup> <sup>۵۱</sup> <sup>۵۲</sup> <sup>۵۳</sup> <sup>۵۴</sup> <sup>۵۵</sup> <sup>۵۶</sup> <sup>۵۷</sup> <sup>۵۸</sup> <sup>۵۹</sup> <sup>۶۰</sup> <sup>۶۱</sup> <sup>۶۲</sup> <sup>۶۳</sup> <sup>۶۴</sup> <sup>۶۵</sup> <sup>۶۶</sup> <sup>۶۷</sup> <sup>۶۸</sup> <sup>۶۹</sup> <sup>۷۰</sup> <sup>۷۱</sup> <sup>۷۲</sup> <sup>۷۳</sup> <sup>۷۴</sup> <sup>۷۵</sup> <sup>۷۶</sup> <sup>۷۷</sup> <sup>۷۸</sup> <sup>۷۹</sup> <sup>۸۰</sup> <sup>۸۱</sup> <sup>۸۲</sup> <sup>۸۳</sup> <sup>۸۴</sup> <sup>۸۵</sup> <sup>۸۶</sup> <sup>۸۷</sup> <sup>۸۸</sup> <sup>۸۹</sup> <sup>۹۰</sup> <sup>۹۱</sup> <sup>۹۲</sup> <sup>۹۳</sup> <sup>۹۴</sup> <sup>۹۵</sup> <sup>۹۶</sup> <sup>۹۷</sup> <sup>۹۸</sup> <sup>۹۹</sup> <sup>۱۰۰</sup> <sup>۱۰۱</sup> <sup>۱۰۲</sup> <sup>۱۰۳</sup> <sup>۱۰۴</sup> <sup>۱۰۵</sup> <sup>۱۰۶</sup> <sup>۱۰۷</sup> <sup>۱۰۸</sup> <sup>۱۰۹</sup> <sup>۱۱۰</sup> <sup>۱۱۱</sup> <sup>۱۱۲</sup> <sup>۱۱۳</sup> <sup>۱۱۴</sup> <sup>۱۱۵</sup> <sup>۱۱۶</sup> <sup>۱۱۷</sup> <sup>۱۱۸</sup> <sup>۱۱۹</sup> <sup>۱۲۰</sup> <sup>۱۲۱</sup> <sup>۱۲۲</sup> <sup>۱۲۳</sup> <sup>۱۲۴</sup> <sup>۱۲۵</sup> <sup>۱۲۶</sup> <sup>۱۲۷</sup> <sup>۱۲۸</sup> <sup>۱۲۹</sup> <sup>۱۳۰</sup> <sup>۱۳۱</sup> <sup>۱۳۲</sup> <sup>۱۳۳</sup> <sup>۱۳۴</sup> <sup>۱۳۵</sup> <sup>۱۳۶</sup> <sup>۱۳۷</sup> <sup>۱۳۸</sup> <sup>۱۳۹</sup> <sup>۱۴۰</sup> <sup>۱۴۱</sup> <sup>۱۴۲</sup> <sup>۱۴۳</sup> <sup>۱۴۴</sup> <sup>۱۴۵</sup> <sup>۱۴۶</sup> <sup>۱۴۷</sup> <sup>۱۴۸</sup> <sup>۱۴۹</sup> <sup>۱۵۰</sup> <sup>۱۵۱</sup> <sup>۱۵۲</sup> <sup>۱۵۳</sup> <sup>۱۵۴</sup> <sup>۱۵۵</sup> <sup>۱۵۶</sup> <sup>۱۵۷</sup> <sup>۱۵۸</sup> <sup>۱۵۹</sup> <sup>۱۶۰</sup> <sup>۱۶۱</sup> <sup>۱۶۲</sup> <sup>۱۶۳</sup> <sup>۱۶۴</sup> <sup>۱۶۵</sup> <sup>۱۶۶</sup> <sup>۱۶۷</sup> <sup>۱۶۸</sup> <sup>۱۶۹</sup> <sup>۱۷۰</sup> <sup>۱۷۱</sup> <sup>۱۷۲</sup> <sup>۱۷۳</sup> <sup>۱۷۴</sup> <sup>۱۷۵</sup> <sup>۱۷۶</sup> <sup>۱۷۷</sup> <sup>۱۷۸</sup> <sup>۱۷۹</sup> <sup>۱۸۰</sup> <sup>۱۸۱</sup> <sup>۱۸۲</sup> <sup>۱۸۳</sup> <sup>۱۸۴</sup> <sup>۱۸۵</sup> <sup>۱۸۶</sup> <sup>۱۸۷</sup> <sup>۱۸۸</sup> <sup>۱۸۹</sup> <sup>۱۹۰</sup> <sup>۱۹۱</sup> <sup>۱۹۲</sup> <sup>۱۹۳</sup> <sup>۱۹۴</sup> <sup>۱۹۵</sup> <sup>۱۹۶</sup> <sup>۱۹۷</sup> <sup>۱۹۸</sup> <sup>۱۹۹</sup> <sup>۲۰۰</sup> <sup>۲۰۱</sup> <sup>۲۰۲</sup> <sup>۲۰۳</sup> <sup>۲۰۴</sup> <sup>۲۰۵</sup> <sup>۲۰۶</sup> <sup>۲۰۷</sup> <sup>۲۰۸</sup> <sup>۲۰۹</sup> <sup>۲۱۰</sup> <sup>۲۱۱</sup> <sup>۲۱۲</sup> <sup>۲۱۳</sup> <sup>۲۱۴</sup> <sup>۲۱۵</sup> <sup>۲۱۶</sup> <sup>۲۱۷</sup> <sup>۲۱۸</sup> <sup>۲۱۹</sup> <sup>۲۲۰</sup> <sup>۲۲۱</sup> <sup>۲۲۲</sup> <sup>۲۲۳</sup> <sup>۲۲۴</sup> <sup>۲۲۵</sup> <sup>۲۲۶</sup> <sup>۲۲۷</sup> <sup>۲۲۸</sup> <sup>۲۲۹</sup> <sup>۲۳۰</sup> <sup>۲۳۱</sup> <sup>۲۳۲</sup> <sup>۲۳۳</sup> <sup>۲۳۴</sup> <sup>۲۳۵</sup> <sup>۲۳۶</sup> <sup>۲۳۷</sup> <sup>۲۳۸</sup> <sup>۲۳۹</sup> <sup>۲۴۰</sup> <sup>۲۴۱</sup> <sup>۲۴۲</sup> <sup>۲۴۳</sup> <sup>۲۴۴</sup> <sup>۲۴۵</sup> <sup>۲۴۶</sup> <sup>۲۴۷</sup> <sup>۲۴۸</sup> <sup>۲۴۹</sup> <sup>۲۵۰</sup> <sup>۲۵۱</sup> <sup>۲۵۲</sup> <sup>۲۵۳</sup> <sup>۲۵۴</sup> <sup>۲۵۵</sup> <sup>۲۵۶</sup> <sup>۲۵۷</sup> <sup>۲۵۸</sup> <sup>۲۵۹</sup> <sup>۲۶۰</sup> <sup>۲۶۱</sup> <sup>۲۶۲</sup> <sup>۲۶۳</sup> <sup>۲۶۴</sup> <sup>۲۶۵</sup> <sup>۲۶۶</sup> <sup>۲۶۷</sup> <sup>۲۶۸</sup> <sup>۲۶۹</sup> <sup>۲۷۰</sup> <sup>۲۷۱</sup> <sup>۲۷۲</sup> <sup>۲۷۳</sup> <sup>۲۷۴</sup> <sup>۲۷۵</sup> <sup>۲۷۶</sup> <sup>۲۷۷</sup> <sup>۲۷۸</sup> <sup>۲۷۹</sup> <sup>۲۸۰</sup> <sup>۲۸۱</sup> <sup>۲۸۲</sup> <sup>۲۸۳</sup> <sup>۲۸۴</sup> <sup>۲۸۵</sup> <sup>۲۸۶</sup> <sup>۲۸۷</sup> <sup>۲۸۸</sup> <sup>۲۸۹</sup> <sup>۲۹۰</sup> <sup>۲۹۱</sup> <sup>۲۹۲</sup> <sup>۲۹۳</sup> <sup>۲۹۴</sup> <sup>۲۹۵</sup> <sup>۲۹۶</sup> <sup>۲۹۷</sup> <sup>۲۹۸</sup> <sup>۲۹۹</sup> <sup>۳۰۰</sup> <sup>۳۰۱</sup> <sup>۳۰۲</sup> <sup>۳۰۳</sup> <sup>۳۰۴</sup> <sup>۳۰۵</sup> <sup>۳۰۶</sup> <sup>۳۰۷</sup> <sup>۳۰۸</sup> <sup>۳۰۹</sup> <sup>۳۱۰</sup> <sup>۳۱۱</sup> <sup>۳۱۲</sup> <sup>۳۱۳</sup> <sup>۳۱۴</sup> <sup>۳۱۵</sup> <sup>۳۱۶</sup> <sup>۳۱۷</sup> <sup>۳۱۸</sup> <sup>۳۱۹</sup> <sup>۳۲۰</sup> <sup>۳۲۱</sup> <sup>۳۲۲</sup> <sup>۳۲۳</sup> <sup>۳۲۴</sup> <sup>۳۲۵</sup> <sup>۳۲۶</sup> <sup>۳۲۷</sup> <sup>۳۲۸</sup> <sup>۳۲۹</sup> <sup>۳۳۰</sup> <sup>۳۳۱</sup> <sup>۳۳۲</sup> <sup>۳۳۳</sup> <sup>۳۳۴</sup> <sup>۳۳۵</sup> <sup>۳۳۶</sup> <sup>۳۳۷</sup> <sup>۳۳۸</sup> <sup>۳۳۹</sup> <sup>۳۴۰</sup> <sup>۳۴۱</sup> <sup>۳۴۲</sup> <sup>۳۴۳</sup> <sup>۳۴۴</sup> <sup>۳۴۵</sup> <sup>۳۴۶</sup> <sup>۳۴۷</sup> <sup>۳۴۸</sup> <sup>۳۴۹</sup> <sup>۳۵۰</sup> <sup>۳۵۱</sup> <sup>۳۵۲</sup> <sup>۳۵۳</sup> <sup>۳۵۴</sup> <sup>۳۵۵</sup> <sup>۳۵۶</sup> <sup>۳۵۷</sup> <sup>۳۵۸</sup> <sup>۳۵۹</sup> <sup>۳۶۰</sup> <sup>۳۶۱</sup> <sup>۳۶۲</sup> <sup>۳۶۳</sup> <sup>۳۶۴</sup> <sup>۳۶۵</sup> <sup>۳۶۶</sup> <sup>۳۶۷</sup> <sup>۳۶۸</sup> <sup>۳۶۹</sup> <sup>۳۷۰</sup> <sup>۳۷۱</sup> <sup>۳۷۲</sup> <sup>۳۷۳</sup> <sup>۳۷۴</sup> <sup>۳۷۵</sup> <sup>۳۷۶</sup> <sup>۳۷۷</sup> <sup>۳۷۸</sup> <sup>۳۷۹</sup> <sup>۳۸۰</sup> <sup>۳۸۱</sup> <sup>۳۸۲</sup> <sup>۳۸۳</sup> <sup>۳۸۴</sup> <sup>۳۸۵</sup> <sup>۳۸۶</sup> <sup>۳۸۷</sup> <sup>۳۸۸</sup> <sup>۳۸۹</sup> <sup>۳۹۰</sup> <sup>۳۹۱</sup> <sup>۳۹۲</sup> <sup>۳۹۳</sup> <sup>۳۹۴</sup> <sup>۳۹۵</sup> <sup>۳۹۶</sup> <sup>۳۹۷</sup> <sup>۳۹۸</sup> <sup>۳۹۹</sup> <sup>۴۰۰</sup> <sup>۴۰۱</sup> <sup>۴۰۲</sup> <sup>۴۰۳</sup> <sup>۴۰۴</sup> <sup>۴۰۵</sup> <sup>۴۰۶</sup> <sup>۴۰۷</sup> <sup>۴۰۸</sup> <sup>۴۰۹</sup> <sup>۴۱۰</sup> <sup>۴۱۱</sup> <sup>۴۱۲</sup> <sup>۴۱۳</sup> <sup>۴۱۴</sup> <sup>۴۱۵</sup> <sup>۴۱۶</sup> <sup>۴۱۷</sup> <sup>۴۱۸</sup> <sup>۴۱۹</sup> <sup>۴۲۰</sup> <sup>۴۲۱</sup> <sup>۴۲۲</sup> <sup>۴۲۳</sup> <sup>۴۲۴</sup> <sup>۴۲۵</sup> <sup>۴۲۶</sup> <sup>۴۲۷</sup> <sup>۴۲۸</sup> <sup>۴۲۹</sup> <sup>۴۳۰</sup> <sup>۴۳۱</sup> <sup>۴۳۲</sup> <sup>۴۳۳</sup> <sup>۴۳۴</sup> <sup>۴۳۵</sup> <sup>۴۳۶</sup> <sup>۴۳۷</sup> <sup>۴۳۸</sup> <sup>۴۳۹</sup> <sup>۴۴۰</sup> <sup>۴۴۱</sup> <sup>۴۴۲</sup> <sup>۴۴۳</sup> <sup>۴۴۴</sup> <sup>۴۴۵</sup> <sup>۴۴۶</sup> <sup>۴۴۷</sup> <sup>۴۴۸</sup> <sup>۴۴۹</sup> <sup>۴۵۰</sup> <sup>۴۵۱</sup> <sup>۴۵۲</sup> <sup>۴۵۳</sup> <sup>۴۵۴</sup> <sup>۴۵۵</sup> <sup>۴۵۶</sup> <sup>۴۵۷</sup> <sup>۴۵۸</sup> <sup>۴۵۹</sup> <sup>۴۶۰</sup> <sup>۴۶۱</sup> <sup>۴۶۲</sup> <sup>۴۶۳</sup> <sup>۴۶۴</sup> <sup>۴۶۵</sup> <sup>۴۶۶</sup> <sup>۴۶۷</sup> <sup>۴۶۸</sup> <sup>۴۶۹</sup> <sup>۴۷۰</sup> <sup>۴۷۱</sup> <sup>۴۷۲</sup> <sup>۴۷۳</sup> <sup>۴۷۴</sup> <sup>۴۷۵</sup> <sup>۴۷۶</sup> <sup>۴۷۷</sup> <sup>۴۷۸</sup> <sup>۴۷۹</sup> <sup>۴۸۰</sup> <sup>۴۸۱</sup> <sup>۴۸۲</sup> <sup>۴۸۳</sup> <sup>۴۸۴</sup> <sup>۴۸۵</sup> <sup>۴۸۶</sup> <sup>۴۸۷</sup> <sup>۴۸۸</sup> <sup>۴۸۹</sup> <sup>۴۹۰</sup> <sup>۴۹۱</sup> <sup>۴۹۲</sup> <sup>۴۹۳</sup> <sup>۴۹۴</sup> <sup>۴۹۵</sup> <sup>۴۹۶</sup> <sup>۴۹۷</sup> <sup>۴۹۸</sup> <sup>۴۹۹</sup> <sup>۵۰۰</sup> <sup>۵۰۱</sup> <sup>۵۰۲</sup> <sup>۵۰۳</sup> <sup>۵۰۴</sup> <sup>۵۰۵</sup> <sup>۵۰۶</sup> <sup>۵۰۷</sup> <sup>۵۰۸</sup> <sup>۵۰۹</sup> <sup>۵۱۰</sup> <sup>۵۱۱</sup> <sup>۵۱۲</sup> <sup>۵۱۳</sup> <sup>۵۱۴</sup> <sup>۵۱۵</sup> <sup>۵۱۶</sup> <sup>۵۱۷</sup> <sup>۵۱۸</sup> <sup>۵۱۹</sup> <sup>۵۲۰</sup> <sup>۵۲۱</sup> <sup>۵۲۲</sup> <sup>۵۲۳</sup> <sup>۵۲۴</sup> <sup>۵۲۵</sup> <sup>۵۲۶</sup> <sup>۵۲۷</sup> <sup>۵۲۸</sup> <sup>۵۲۹</sup> <sup>۵۳۰</sup> <sup>۵۳۱</sup> <sup>۵۳۲</sup> <sup>۵۳۳</sup> <sup>۵۳۴</sup> <sup>۵۳۵</sup> <sup>۵۳۶</sup> <sup>۵۳۷</sup> <sup>۵۳۸</sup> <sup>۵۳۹</sup> <sup>۵۴۰</sup> <sup>۵۴۱</sup> <sup>۵۴۲</sup> <sup>۵۴۳</sup> <sup>۵۴۴</sup> <sup>۵۴۵</sup> <sup>۵۴۶</sup> <sup>۵۴۷</sup> <sup>۵۴۸</sup> <sup>۵۴۹</sup> <sup>۵۵۰</sup> <sup>۵۵۱</sup> <sup>۵۵۲</sup> <sup>۵۵۳</sup> <sup>۵۵۴</sup> <sup>۵۵۵</sup> <sup>۵۵۶</sup> <sup>۵۵۷</sup> <sup>۵۵۸</sup> <sup>۵۵۹</sup> <sup>۵۶۰</sup> <sup>۵۶۱</sup> <sup>۵۶۲</sup> <sup>۵۶۳</sup> <sup>۵۶۴</sup> <sup>۵۶۵</sup> <sup>۵۶۶</sup> <sup>۵۶۷</sup> <sup>۵۶۸</sup> <sup>۵۶۹</sup> <sup>۵۷۰</sup> <sup>۵۷۱</sup> <sup>۵۷۲</sup> <sup>۵۷۳</sup> <sup>۵۷۴</sup> <sup>۵۷۵</sup> <sup>۵۷۶</sup> <sup>۵۷۷</sup> <sup>۵۷۸</sup> <sup>۵۷۹</sup> <sup>۵۸۰</sup> <sup>۵۸۱</sup> <sup>۵۸۲</sup> <sup>۵۸۳</sup> <sup>۵۸۴</sup> <sup>۵۸۵</sup> <sup>۵۸۶</sup> <sup>۵۸۷</sup> <sup>۵۸۸</sup> <sup>۵۸۹</sup> <sup>۵۹۰</sup> <sup>۵۹۱</sup> <sup>۵۹۲</sup> <sup>۵۹۳</sup> <sup>۵۹۴</sup> <sup>۵۹۵</sup> <sup>۵۹۶</sup> <sup>۵۹۷</sup> <sup>۵۹۸</sup> <sup>۵۹۹</sup> <sup>۶۰۰</sup> <sup>۶۰۱</sup> <sup>۶۰۲</sup> <sup>۶۰۳</sup> <sup>۶۰۴</sup> <sup>۶۰۵</sup> <sup>۶۰۶</sup> <sup>۶۰۷</sup> <sup>۶۰۸</sup> <sup>۶۰۹</sup> <sup>۶۱۰</sup> <sup>۶۱۱</sup> <sup>۶۱۲</sup> <sup>۶۱۳</sup> <sup>۶۱۴</sup> <sup>۶۱۵</sup> <sup>۶۱۶</sup> <sup>۶۱۷</sup> <sup>۶۱۸</sup> <sup>۶۱۹</sup> <sup>۶۲۰</sup> <sup>۶۲۱</sup> <sup>۶۲۲</sup> <sup>۶۲۳</sup> <sup>۶۲۴</sup> <sup>۶۲۵</sup> <sup>۶۲۶</sup> <sup>۶۲۷</sup> <sup>۶۲۸</sup> <sup>۶۲۹</sup> <sup>۶۳۰</sup> <sup>۶۳۱</sup> <sup>۶۳۲</sup> <sup>۶۳۳</sup> <sup>۶۳۴</sup> <sup>۶۳۵</sup> <sup>۶۳۶</sup> <sup>۶۳۷</sup> <sup>۶۳۸</sup> <sup>۶۳۹</sup> <sup>۶۴۰</sup> <sup>۶۴۱</sup> <sup>۶۴۲</sup> <sup>۶۴۳</sup> <sup>۶۴۴</sup> <sup>۶۴۵</sup> <sup>۶۴۶</sup> <sup>۶۴۷</sup> <sup>۶۴۸</sup> <sup>۶۴۹</sup> <sup>۶۵۰</sup> <sup>۶۵۱</sup> <sup>۶۵۲</sup> <sup>۶۵۳</sup> <sup>۶۵۴</sup> <sup>۶۵۵</sup> <sup>۶۵۶</sup> <sup>۶۵۷</sup> <sup>۶۵۸</sup> <sup>۶۵۹</sup> <sup>۶۶۰</sup> <sup>۶۶۱</sup> <sup>۶۶۲</sup> <sup>۶۶۳</sup> <sup>۶۶۴</sup> <sup>۶۶۵</sup> <sup>۶۶۶</sup> <sup>۶۶۷</sup> <sup>۶۶۸</sup> <sup>۶۶۹</sup> <sup>۶۷۰</sup> <sup>۶۷۱</sup> <sup>۶۷۲</sup> <sup>۶۷۳</sup> <sup>۶۷۴</sup> <sup>۶۷۵</sup> <sup>۶۷۶</sup> <sup>۶۷۷</sup> <sup>۶۷۸</sup> <sup>۶۷۹</sup> <sup>۶۸۰</sup> <sup>۶۸۱</sup> <sup>۶۸۲</sup> <sup>۶۸۳</sup> <sup>۶۸۴</sup> <sup>۶۸۵</sup> <sup>۶۸۶</sup> <sup>۶۸۷</sup> <sup>۶۸۸</sup> <sup>۶۸۹</sup> <sup>۶۹۰</sup> <sup>۶۹۱</sup> <sup>۶۹۲</sup> <sup>۶۹۳</sup> <sup>۶۹۴</sup> <sup>۶۹۵</sup> <sup>۶۹۶</sup> <sup>۶۹۷</sup> <sup>۶۹۸</sup> <sup>۶۹۹</sup> <sup>۷۰۰</sup> <sup>۷۰۱</sup> <sup>۷۰۲</sup> <sup>۷۰۳</sup> <sup>۷۰۴</sup> <sup>۷۰۵</sup> <sup>۷۰۶</sup> <sup>۷۰۷</sup> <sup>۷۰۸</sup> <sup>۷۰۹</sup> <sup>۷۱۰</sup> <sup>۷۱۱</sup> <sup>۷۱۲</sup> <sup>۷۱۳</sup> <sup>۷۱۴</sup> <sup>۷۱۵</sup> <sup>۷۱۶</sup> <sup>۷۱۷</sup> <sup>۷۱۸</sup> <sup>۷۱۹</sup> <sup>۷۲۰</sup> <sup>۷۲۱</sup> <sup>۷۲۲</sup> <sup>۷۲۳</sup> <sup>۷۲۴</sup> <sup>۷۲۵</sup> <sup>۷۲۶</sup> <sup>۷۲۷</sup> <sup>۷۲۸</sup> <sup>۷۲۹</sup> <sup>۷۳۰</sup> <sup>۷۳۱</sup> <sup>۷۳۲</sup> <sup>۷۳۳</sup> <sup>۷۳۴</sup> <sup>۷۳۵</sup> <sup>۷۳۶</sup> <sup>۷۳۷</sup> <sup>۷۳۸</sup> <sup>۷۳۹</sup> <sup>۷۴۰</sup> <sup>۷۴۱</sup> <sup>۷۴۲</sup> <sup>۷۴۳</sup> <sup>۷۴۴</sup> <sup>۷۴۵</sup> <sup>۷۴۶</sup> <sup>۷۴۷</sup> <sup>۷۴۸</sup> <sup>۷۴۹</sup> <sup>۷۵۰</sup> <sup>۷۵۱</sup> <sup>۷۵۲</sup> <sup>۷۵۳</sup> <sup>۷۵۴</sup> <sup>۷۵۵</sup> <sup>۷۵۶</sup> <sup>۷۵۷</sup> <sup>۷۵۸</sup> <sup>۷۵۹</sup> <sup>۷۶۰</sup> <sup>۷۶۱</sup> <sup>۷۶۲</sup> <sup>۷۶۳</sup> <sup>۷۶۴</sup> <sup>۷۶۵</sup> <sup>۷۶۶</sup> <sup>۷۶۷</sup> <sup>۷۶۸</sup> <sup>۷۶۹</sup> <sup>۷۷۰</sup> <sup>۷۷۱</sup> <sup>۷۷۲</sup> <sup>۷۷۳</sup> <sup>۷۷۴</sup> <sup>۷۷۵</sup> <sup>۷۷۶</sup> <sup>۷۷۷</sup> <sup>۷۷۸</sup> <sup>۷۷۹</sup> <sup>۷۸۰</sup> <sup>۷۸۱</sup> <sup>۷۸۲</sup> <sup>۷۸۳</sup> <sup>۷۸۴</sup> <sup>۷۸۵</sup> <sup>۷۸۶</sup> <sup>۷۸۷</sup> <sup>۷۸۸</sup> <sup>۷۸۹</sup> <sup>۷۹۰</sup> <sup>۷۹۱</sup> <sup>۷۹۲</sup> <sup>۷۹۳</sup> <sup>۷۹۴</sup> <sup>۷۹۵</sup> <sup>۷۹۶</sup> <sup>۷۹۷</sup> <sup>۷۹۸</sup> <sup>۷۹۹</sup> <sup>۸۰۰</sup> <sup>۸۰۱</sup> <sup>۸۰۲</sup> <sup>۸۰۳</sup> <sup>۸۰۴</sup> <sup>۸۰۵</sup> <sup>۸۰۶</sup> <sup>۸۰۷</sup> <sup>۸۰۸</sup> <sup>۸۰۹</sup> <sup>۸۱۰</sup> <sup>۸۱۱</sup> <sup>۸۱۲</sup> <sup>۸۱۳</sup> <sup>۸۱۴</sup> <sup>۸۱۵</sup> <sup>۸۱۶</sup> <sup>۸۱۷</sup> <sup>۸۱۸</sup> <sup>۸۱۹</sup> <sup>۸۲۰</sup> <sup>۸۲۱</sup> <sup>۸۲۲</sup> <sup>۸۲۳</sup> <sup>۸۲۴</sup> <sup>۸۲۵</sup> <sup>۸۲۶</sup> <sup>۸۲۷</sup> <sup>۸۲۸</sup> <sup>۸۲۹</sup> <sup>۸۳۰</sup> <sup>۸۳۱</sup> <sup>۸۳۲</sup> <sup>۸۳۳</sup> <sup>۸۳۴</sup> <sup>۸۳۵</sup> <sup>۸۳۶</sup> <sup>۸۳۷</sup> <sup>۸۳۸</sup> <sup>۸۳۹</sup> <sup>۸۴۰</sup> <sup>۸۴۱</sup> <sup>۸۴۲</sup> <sup>۸۴۳</sup> <sup>۸۴۴</sup> <sup>۸۴۵</sup> <sup>۸۴۶</sup> <sup>۸۴۷</sup> <sup>۸۴۸</sup> <sup>۸۴۹</sup> <sup>۸۵۰</sup> <sup>۸۵۱</sup> <sup>۸۵۲</sup> <sup>۸۵۳</sup> <sup>۸۵۴</sup> <sup>۸۵۵</sup> <sup>۸۵۶</sup> <sup>۸۵۷</sup> <sup>۸۵۸</sup> <sup>۸۵۹</sup> <sup>۸۶۰</sup> <sup>۸۶۱</sup> <sup>۸۶۲</sup> <sup>۸۶۳</sup> <sup>۸۶۴</sup> <sup>۸۶۵</sup> <sup>۸۶۶</sup> <sup>۸۶۷</sup> <sup>۸۶۸</sup> <sup>۸۶۹</sup> <sup>۸۷۰</sup> <sup>۸۷۱</sup> <sup>۸۷۲</sup> <sup>۸۷۳</sup> <sup>۸۷۴</sup> <sup>۸۷۵</sup> <sup>۸۷۶</sup> <sup>۸۷۷</sup> <sup>۸۷۸</sup> <sup>۸۷۹</sup> <sup>۸۸۰</sup> <sup>۸۸۱</sup> <sup>۸۸۲</sup> <sup>۸۸۳</sup> <sup>۸۸۴</sup> <sup>۸۸۵</sup> <sup>۸۸۶</sup> <sup>۸۸۷</sup> <sup>۸۸۸</sup> <sup>۸۸۹</sup> <sup>۸۹۰</sup> <sup>۸۹۱</sup> <sup>۸۹۲</sup> <sup>۸۹۳</sup> <sup>۸۹۴</sup> <sup>۸۹۵</sup> <sup>۸۹۶</sup> <sup>۸۹۷</sup> <sup>۸۹۸</sup> <sup>۸۹۹</sup> <sup>۹۰۰</sup> <sup>۹۰۱</sup> <sup>۹۰۲</sup> <sup>۹۰۳</sup> <sup>۹۰۴</sup> <sup>۹۰۵</sup> <sup>۹۰۶</sup> <sup>۹۰۷</sup> <sup>۹۰۸</sup> <sup>۹۰۹</sup> <sup>۹۱۰</sup> <sup>۹۱۱</sup> <sup>۹۱۲</sup> <sup>۹۱۳</sup> <sup>۹۱۴</sup> <sup>۹۱۵</sup> <sup>۹۱۶</sup> <sup>۹۱۷</sup> <sup>۹۱۸</sup> <sup>۹۱۹</sup> <sup>۹۲۰</sup> <sup>۹۲۱</sup> <sup>۹۲۲</sup> <sup>۹۲۳</sup> <sup>۹۲۴</sup> <sup>۹۲۵</sup> <sup>۹۲۶</sup> <sup>۹۲۷</sup> <sup>۹۲۸</sup> <sup>۹۲۹</sup> <sup>۹۳۰</sup> <sup>۹۳۱</sup> <sup>۹۳۲</sup> <sup>۹۳۳</sup> <sup>۹۳۴</sup> <sup>۹۳۵</sup> <sup>۹۳۶</sup> <sup>۹۳۷</sup> <sup>۹۳۸</sup> <sup>۹۳۹</sup> <sup>۹۴۰</sup> <sup>۹۴۱</sup> <sup>۹۴۲</sup> <sup>۹۴۳</sup> <sup>۹۴۴</sup> <sup>۹۴۵</sup> <sup>۹۴۶</sup> <sup>۹۴۷</sup> <sup>۹۴۸</sup> <sup>۹۴۹</sup> <sup>۹۵۰</sup> <sup>۹۵۱</sup> <sup>۹۵۲</sup> <sup>۹۵۳</sup> <sup>۹۵۴</sup> <sup>۹۵۵</sup> <sup>۹۵۶</sup> <sup>۹۵۷</sup> <sup>۹۵۸</sup> <sup>۹۵۹</sup> <sup>۹۶۰</sup> <sup>۹۶۱</sup> <sup>۹۶۲</sup> <sup>۹۶۳</sup> <sup>۹۶۴</sup> <sup>۹۶۵</sup> <sup>۹۶۶</sup> <sup>۹۶۷</sup> <sup>۹۶۸</sup> <sup>۹۶۹</sup> <sup>۹۷۰</sup> <sup>۹۷۱</sup> <sup>۹۷۲</sup> <sup>۹۷۳</sup> <sup>۹۷۴</sup> <sup>۹۷۵</sup> <sup>۹۷۶</sup> <sup>۹۷۷</sup> <sup>۹۷۸</sup> <sup>۹۷۹</sup> <sup>۹۸۰</sup> <sup>۹۸۱</sup> <sup>۹۸۲</sup> <sup>۹۸۳</sup> <sup>۹۸۴</sup> <sup>۹۸۵</sup> <sup>۹۸۶</sup> <sup>۹۸۷</sup> <sup>۹۸۸</sup> <sup>۹۸۹</sup> <sup>۹۹۰</sup> <sup>۹۹۱</sup> <sup>۹۹۲</sup> <sup>۹۹۳</sup> <sup>۹۹۴</sup> <sup>۹۹۵</sup> <sup>۹۹۶</sup> <sup>۹۹۷</sup>

آئی و لیعین تہو بصرہ تشہد قضا کرتے ہیں اور باقی دو رکعت وتر میں سجدے سے ہے  
 اور کھڑے ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور حضرات خفیاں اس امر میں زیادہ تر مخصوص  
 ہیں اور شیعہ امامیہ اور کرامتہ وتر میں بعد سجدہ میں مجلس کرتے ہیں اور بعد جذبہ میں  
 ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک سے یہی طریقہ درست ہے شیعیہ  
 کرتے ہیں مگر حضرات ہنفیہ یہاں تک مخالفت کرتے ہیں سجدوں کے بعد زمین پر ہاتھ بھی نہ  
 اب ہم تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ بروی احادیث صحیحہ مرویہ المسند حضرات خفیاں کا طریقہ فوق  
 طریقہ سوال خدا و اعلم ثابت ہوتا ہے یا حضرت کے طریقے سے انکی طریقہ مخالف پایا جاتا ہے  
 اور شیعہ متبع سنت نبوی ثابت ہوتے ہیں چنانچہ صحاح المسند و الجماعت سے یہ امر ثابت  
 ہوا کہ رسول خدا صلعم بھی ان کعات وتر یعنی اول و سوم میں بعد سجدوں کے جلسہ کر  
 تھے اور بعد جلسہ میں ہر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہو کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی  
 ہے حد ثنا محمد بن الصباح قال حدثنا هشيم قال اخبرنا خالد الخذاء  
 عن ابي قلاب قال اخبرنا مالك بن الحويرث الليثي انه راى النبي صلعم  
 فلما كان في وتر من صلواته لم ينجس حتى ليستوى قاعد ايمن ابي قلاب نے کہا  
 کہ مجھے مالک بن حویرث لیثی سے خبر ہو چکی ہے کہ اس نے آنحضرت صلعم کو نماز پڑھتے ہوئے  
 دیکھا پس جب وقت کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت تمام کرتے تو نہ کھڑے ہوتے تھے جیتک برابر  
 بیٹھ جاتے تھے۔ دوسری ایک اور روایت اسی ابی قلاب کی بحوالہ مالک بن الحویرث بطریق  
 ایوب اسی باب صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ایوب ابو قلاب نے روایت کی کہ ہماری مسجد

ابن مالک بن حویرث آئے اور حکم و علاوہ نماز و قنوت کے نماز رسول خدا کی طریق پر پڑھ کر سنائی  
 ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے سوال کیا کہ رسول خدا صلعم کی نماز کیونکر تھی تو کہا کہ ہمارے  
 اس شیخ یعنی عمر بن سلمہ کی نماز کی مانند تھی۔ ایوب کہتے ہیں کہ یہ شیخ عمر بن سلمہ ہر انتقال پر  
 تکبیر کرتا تھا اور حسب وقت سر اٹھاتا تھا سجدہ ثانی سے جابستہ کرتا تھا اور اعتماد کرتا تھا زمین پر  
 سچ کھڑا ہوتا تھا۔ حد ثنا معلى بن اسد قال حدثنا وهيب عن ايوب عن ابي قلابه  
 قال جاءنا مالک بن الحویرث فصلی بنا فی مسجدنا هذا فقال انی لاصلى بکم  
 وما اريد الصلوة لكنی اريد ان اریکم کیف رایت النبی صلعم یصلی قال ایوب  
 فقلت لا بی قلابه فکیف کانت صلوتہ قال مثل صلوة شیخنا هذا یعنی عمر  
 بن سلمہ قال ایوب وکان ذلک الشیخ یتم التکبیر واذ ارفع راسه عن السجدة  
 الثانية جلس واعتمد علی الارض شم قائم حاصل مطلب اس حدیث کا اوپر مرقوم  
 ہو چکا۔ اور نیز ایک اور حدیث رکن چہارم میں بطریق محمد بشیر عن ابی ہریرہ لکھی گئی ہے جس میں  
 رسول خدا صلعم نے یہ حکم دیا تھا اسجد حتی تطمئن ساجدا شم ارفع حتی تطمئن  
 جالسا اثم یعنی بعد سجدوں کے اطمینان کے ساتھ جلسہ کرنا چاہیئے۔ پس یہ امر بخوبی  
 منکشف ہو گیا کہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ اس فعل میں بھی متبع سنت رسول اللہ صلعم کے  
 ہیں اور اہلسنت وجماعت خصوصاً اقلدان حضرت ابو حنیفہ صرحی مخالفت کرتے ہیں  
 و جذا اقبل عہر عکس نہند نام رنگی کا فورہ

رکن دہم در باب قراءت رکعات اخرین واضح ہو کہ مذہب امامیہ

مختار ہے کہ رکعات آخرتین میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھے یا سجائے فاتحہ کے تسبیح  
پڑھے لیکن تسبیح کا پڑھنا مستحب سمجھا گیا ہے۔ اور اہلسنت میں سوائے سورۃ فاتحہ کے  
تسبیح وغیرہ پڑھنا ناجائز سمجھتے ہیں حالانکہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری میں تروت  
علی وابن مسعود وعائشہ لکھا ہے وبرایت علی وابن مسعود وعائشہ کہ قرأت میکرو  
دراولین و نئی خواندند در آخرتین و در روایت تسبیح میکرو دند در آخرتین و ہم چنین ابن ابراہیم  
نخعی وابن مسعود و سفیان ثوری و لیث اور اسی شرح کے باب یقرأ فی الآخرین  
بفاتحہ الکتاب میں مرقوم ہے۔ و ازینجا وجوب فاتحہ در آخرتین لازم نیاید بدلیل روایت  
ابن منذر از امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قرأت کن وراولین و تسبیح کن در آخر  
تین سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ روایت حضرت علی سے نہوتی تو اہلسنت و اجماعت ضرور الحمد کے  
جگہ تسبیح پڑھا کرتے لیکن چونکہ در میان حضرت علی علیہ السلام کا اگیا اور اہلسنت کو  
بجائے حدیث ثقلین و کتابی تقلید و تمسک سبحان لازم آیا اسلئے اہلسنت تسبیح پڑھنا ناجائز قرار  
دیا و یہ ہم تشہد کے بیان میں باہم علمائے اہلسنت و اجماعت تشہد اول میں  
اختلاف ہے بعض واجب جانتے ہیں مثل امام ابو حنیفہ و احمد بن حنبل کے اور جمہور واجب  
نہیں جانتے جن میں امام مالک و شافعی وغیرہ ہیں مگر تشہد ثانی کے واجب ہونے کی اکثر  
قابل ہیں جلسہ اولی میں فقط تشہد ہے اور جلسہ ثانی میں تشہد اور سلام دونوں واجب ہیں  
اور بغیر تشہد اور سلام نماز نہیں ہوتی اور علامہ تشہد اور سلام کے یہ بھی اختیار ہے کہ او عبیہ  
ماثورہ میں سے جو دعا چاہے پڑھے بعد تشہد و قبل سلام۔ اور امام شافعی اور مالک کے

نزدیک کچھ ادعیاں تو وہ پر ہنصار نہیں ہر قسم کی دعا دینی یا دنیوی پڑھ سکتا ہے کذا فی شیخ الاسلام۔ واضح ہو کہ اہلسنت میں جس قدر روایات کا اختلاف تشہد کی بابت ہوا ہے اتنا اختلاف کسی امر میں نہیں ہے چوتیس صحابیوں سے چوبیس تشہد مروی ہیں اور سب مختلف الفاظ اور مختلف المعنی ہیں۔ از انجلیہ ترین تشہد زیادہ تر مشہور ہے یہ ایک تشہد عبد اللہ ابن مسعود کا جو معنی ہے التحیات للہ والصلوٰۃ ہے اسکو امام ابو حنیفہ نے پسند کیا۔ اس اعتبار پر کہ صحاح ستہ میں بلا اختلاف الفاظ مروی ہو اور دوسرے تشہد حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ہے جسکو امام شافعی نے اسلئے منظور کیا کہ اوسکے اکثر کلمات مطابق آیات قرآنی ہیں۔ اور تیسرے تشہد حضرت عمر ابن الخطاب کا ہے اوسکو امام مالک نے اسوجہ سے اختیار کیا کہ راوی اوسکا کہتا ہے کہ حضرت عمر نے بر سر منبر تشہد بیان کیا اور اوسپر کوئی معترض نہوا باقی اکیس تشہد جو دیگر صحابہ سے مروی ہیں کتب اجماع میں مندرج ہیں۔ اب جانتا چاہیے کہ تشہد کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور اصطلاح فقہ و اسلام میں مروی ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ سے شرع اہلسنت میں کوئی پتہ التحیات کا نہیں لگتا کہ اسکا پڑھنا غارین واجب ہو بلکہ صرف تشہد اور سلام واجب ہیں۔ اور تشہد کی جگہ جس طرح التحیات مروج ہوئی وہ ایک عجیب لطیفہ ہے جو صحیح بخاری میں درج ہے یعنی ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ جب ہم رسول خدا کے پیچھے نماز پڑھتے تو وقت دعا کے کہتے السلام علی اللہ والسلام علی جبریل و میکائیل والسلام علی فلان وفلان جب رسول خدا صلعم نے یہ ہماری



و عاسنی توفیر کیا خداوند تعالیٰ محتاج سلام نہیں ہے وہ خود سلام ہے اور سپر سلام کیون سمجھتے ہو  
خدا کے تعالیٰ کی واسطے تحیات ہے جسے یہ التحیات نکلی مگر تعجب یہ ہے کہ یہ التحیات بضمن دعا مقرر  
ہوئی اور دعا کا موقع بعد تشہد اور قبل از سلام ہے نہ کہ تشہد پر مقدم کر دیا وے جیسا کہ حضرت  
حقینہ تشہد اور سلام دونوں سے مقدم التحیات پڑھتے ہیں حالانکہ مروی احادیث صحیحہ کا  
دعا پر مقدم ہونا ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری کے باب ما یتخذ من الدعاء بعد التشہد  
ولیس واجب سے ہی ظاہر ہے کہ تشہد کے بعد دعا کا پڑھنا اختیاری امر ہے واجب نہیں  
اور جبکہ التحیات داخل دعا ہے تو عدم وجوب سکا بھی ثابت ہو گیا۔ اور نیز اس باب میں ابن  
مسعود سے روایت کی گئی ہے کہ یہ دعا مخصوصہ نہ تھی ہم باختیار خود جو دعا چاہتے وہ پڑھتے  
چنانچہ انکرو زہم اسی اختیار کے بموجب پڑھنے لگے کہ السلام علی اللہ من عبادہ تو حضرت نے فرمایا  
کہ خدا پر سلام نہ بھیجو وہ خود سلام ہے خدا کے تعالیٰ کے لئے تحیت اور صلوٰۃ کہنی چاہئے علما  
ازین رسول خدا صلعم کی نسبت دعا بعد تشہد ہیں کبھی التحیات پڑھنا ثابت نہیں ہوا لانکہ  
اور بت ہی مختلف دعائیں انکی نسبت پڑھنا ثابت ہوئی ہیں اور جن لوگوں کو اپنے اس موقع پر  
پڑھنے کی دعائیں تعلیم کی ہیں انہیں سے بھی کوئی التحیات نہیں چنانچہ صحیح بخاری کے باب  
الدعاء قبل السلام میں آنحضرت کی نسبت چند مختلف دعائیں پڑھنا مروی ہیں اور جو دعا  
آپ نے حضرت ابوبکر کو تعلیم فرمائی وہ بھی اسی باب میں اسطر مروی ہے قتیبہ بن سعید  
عن عبد اللہ بن عمر وعاص عن ابوبکر الصدیق انہ قال للرسول اللہ صلعم علنی دعاء  
الدعوا بہ فی صلوٰتی قال قل اللہم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب

اَلَا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ثبُوْتُ اس امر کا کہ اہلسنت میں مشروعیت فقط تشہد کے ہی یہ ہے کہ تمام ابواب فقہ اور حدیث میں کسی جگہ التحیات کا باب نہیں فقط داخل دعاے اختیاری ہے اور جہاں کہیں بحث وجوب و عدم وجوب کے ہے ہاں صرف تشہد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے بمقابلہ تشہد کے التحیات کو مقدم رکھنا بلاشبہ بدعت اور خلاف سنت ہے۔ اور الحمد للہ کہ شیعہ اس بدعت سے بری ہیں اور متبع سنت نبوی

ہیں سلام اعد و صلوٰۃ علیہ

رکن دوازہم سلام اور تکیہ آخری کے بیان میں اس کن میں اس امر کی تحقیقات کی جاتی ہے کہ بعد تشہد اور سلام معمولی نماز کے جو اہلسنت چپ و راست ہر دو جانب سلام کہتے ہیں درست ہے یا فقط ایک ہی سلام جائز ہے اور یہ کہ یہ آخری سلام کیا چیز ہے اور نماز کا اتمام اسی پر ہو جاتا ہے یا افتتاح کی طرح اختتام بھی تکیہ سے ہوگا۔ واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ منفرد ہیں اس امر میں کہ دو سلام دونو جانب کئے جاویں خواہ امام ہو یا مقتدی اور ان کے نزدیک یہ سلام داخل نماز نہیں ہے بلکہ یہ سلام حضار جماعت نماز پر کیا جاتا ہے کہ وہ آدمی ہوں یا ملائکہ ہوں یا جن۔ اور امام بھی جو دونو جانب سلام کرتا ہے وہ اپنے مقتدیوں کو کرتا ہے اور انہیں ہی شامل سمجھتا ہے ملائکہ اور جنات موجودہ وقت کو۔ اور مقتدی پر لازم ہے کہ اگر امام پیش و او اسکے ہو تو دونو جانب سلام کرتے ہیں امام پر سلام کرنے کی نیت کرے۔ امام مالک کے نزدیک نماز میں فقط ایک سلام واجب ہے۔ اور دوسرا سلام جو کیا جاتا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ مقتدی امام کے سلام کو ذکر کرے اور پہلا سلام جو داخل نماز اور دوسرا

وہ مقتدی کو جبر کہنا چاہئے اور دوسرا سلام جو جواب سلام امام کا ہے باہستگی اور خفی و آواز سے کہے چنانچہ شیخ الاسلام نے شرح صحیح بخاری میں قول امام مالک کا ترجمہ اس طرح کیا ہے قول امام مالک کہ گفتہ سلام گوید مقتدی بعد از انکہ سلام گوید از نماز جانب راست و نزدیک واجب در نماز ہمین یک سلام است کہ سچر گوید آنرا و دیگر سلام جواب است هر سلام امام را کہ آہستہ گوید۔ اور صحیح بخاری میں ایک بہت بڑی طویل حدیث باب من لم یرد السلام علی الامام واکتفا بتسلیم الصلوٰۃ میں مروی ہے۔ مضمون اس باب کا یہ ہے (یہ باب اوسکے بیان میں ہے جو نہ ٹوٹا دے سلام کو امام پر اور اکتفا کرے فقط نماز کے ایک سلام پر) یہ امر تو فقط اس باب کے عنوان سے بھی ثابت ہو گیا کہ نماز میں ایک ہی سلام ہے جیسا کہ شیعہ کرتے ہیں اور دوسرا سلام خارج از نماز جواب امام کے سلام کا ہے سگر براہ ناواقفی اور کم توجہی اہلسنت نے دونوں سلاموں کو ایسا خلط کر دیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو دونوں سلام شامل نماز ہو گئے۔ اور جو حدیث اس باب میں بخاری نے لکھی ہے وہ دلالت صریحاً بات پر کرتی ہے کہ زمانہ رسول خدا صلعم میں فقط ایک سلام ختم نماز پر پڑھا جاتا تھا اور دوسرا سلام بروسلام امام بعد میں لوگوں نے جدید نکالا ہے حضرت کے زمانہ میں مطلق نہ تھا بلکہ حسب طبع امام نماز میں ایک سلام کہنا ایسے ہی مقتدی بھی یہ تقلید امام ایک ہی سلام کہتا جیسا کہ مروی ہے باب مذکور میں حدیث ابن عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معمر عن الزھر قال اخبرني محمد بن الربيع وزعم انه عقل رسول الله صلعم وعقل حجة فجها من ذلوا كانت في دارهم قال سمعت عتيان بن مالك الانصاري ختم احد بني سالم

قال كنت اصلي بقومي بني سالم قانت النبي صلعم فقلت اني انكرت بصرى  
وان السيول تحول بيني وبين مسجد قومي فلودوت انك جئت فصليت في  
بيتي مكانا اتخذته مسجدا فقال افعلى انشاء الله تعالى - فعدا على رسول الله صلعم  
وابوبكر معه بعد ما اشتد النهار فاستأذن النبي صلعم فاذنت له فلم  
يجلس حتى قال ابن تحب ان اصلي من بيتك فاشار اليه من المكان الذي  
اجب ان يصلي فيه فقام وصدفنا خلفه ثم سلم وسلمنا حين سلم صل طلب  
اس حديث كايہ ہے کہ معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ کما زہری کہ مجھے خبر دی محمود بن الریح  
نے اور معمر زہری ہے کہ محمود کو رسول خدا صلعم یاد ہیں اور جو یادداشت یہ ہے کہ  
رسول خدا صلعم نے تبرکاتھوڑا پانی اوسکے مونہ میں ڈالا تھا جو اوسکے گھر میں ڈول کے  
اندر تھا محمود نے کہا کہ عثمان بن مالک انصاری کو جو بعد میں بنی سالم کا ایک شخص تھا  
یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں قوم بنی سالم میں نماز پڑھایا کرتا تھا ایک روز میں رسول خدا صلعم  
کے پاس گیا اور عرض کی کہ میں اپنی بصارت درست نہیں پاتا ہوں اور میرے مکان اور  
مسجد قوم کے درمیان میں پانی کی سیل جائل ہیں امیدوار ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف  
لا کر اوجگہ نماز پڑھیں جسکو میں اپنی نماز گاہ مقرر کروں پس فرمایا حضرت صلعم نے کہ انشاء  
اللہ تعالیٰ میں ایسا کروں گا دوسرے دن جبکہ گرمی دن کی سخت ہو گئی تھی تو رسول خدا صلعم  
میرے مکان پر تشریف لائے اور ابوبکر اونکے ساتھ تھے - تب حضرت نے گھر میں آنے کی  
دستوری چاہی میں نے اجازت دی پس آپ بیٹھے بھی نہیں اور فرمایا بتلا تو کونسی جگہ کو

اور دستہ کرتا ہے کہ تیرے گھر میں او سجدہ نماز پڑھوں پس عتبہ بن النضر نے اشارہ سے نشان  
او سجدہ کا دیا مگر ان نماز پڑھوانا چاہتا تھا پھر حضرت نماز کو کھڑے ہوئے اور وہ کتاب ہے کہ  
ہم نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو صف باندھی بعد حضرت نے سلام کہا اور ہم نے بھی سلام کہا  
اور یہ وقت جبکہ حضرت نے سلام کہا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اسی دلیل سے اس باب  
میں درج کیا ہے کہ مقتدیوں کو سلام معمولی کے دوسرے سلام واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور شراح

صحیح بخاری یعنی شیخ الاسلام نے بھی اس موقع پر لکھا ہے۔ ظاہر است در عدم رسول سلام

از مقتدیان زیر اگر سلام بعد سلام صل باشد نہ در وقت آن۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حقیقت

نماز میں ایک ہی سلام ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اور جانب راست و چپ سلام کرنا

فعل جدید و بدعت ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ آیا نماز کا اختتام اسی سلام پر ہو جاتا ہے

جیسا کہ اہلسنت و الجماعت کرتے ہیں یا بعد سلام کے تکبیر پر ختم نماز ہوتا ہے اور آنحضرت

صلعم تکبیر کہہ کر نماز ختم کرتے تھے یا نہیں۔ اگر آنحضرت صلعم تکبیر پر نماز ختم کرتے تھے تو

متبع سنت شیعہ ہیں جو تکبیر پر نماز ختم کرتے ہیں یا اہلسنت جو طریقہ رسول خدا صلعم کو

ترک کرتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کے دیکھنے سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نماز کو

تکبیر پر ختم کیا کرتے تھے چنانچہ مروی ہے حد ثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا

سفيان بن جهم قال حدثنا عمر قال اخبرنا ابو معبد عن ابن عباس قال كنت

اعرف انقضاء صلوٰۃ النبی صلعم بالتکبیر و قال علی حدثنا سفيان عن عمر و

قال کان ابو معبد اصدق الموالي ابن عباس و قال علی اسمہ نافذ یعنی حدیث کی

علی بن عبد اللہ نے اور اوس نے سفیان بن جہنہ سے اور اوس نے عمرو سے اور کما عمرو نے کہ  
خبر دی مجھ کو ابو مجہد نے ابن عباس نے کہ ہم انقضاء نماز رسول خدا صلعم کو تکبیر سے پہچان کرتے  
تھے اور علی نے یہ بھی کہا کہ مجھے سفیان نے بحوالہ عمر بیان کیا کہ ابو مجہد ابن عباس کے سب  
موالیان میں بہت ہی صادق القول تھے اور علی نے اونکا نام نافذ بیان کیا ہے۔ اور نیز  
روایات سند صحیح بخاری سے بھی پایا جاتا ہے کہ فقط سلام بر آنحضرت کے نماز ختم نہ ہوتی تھی  
کہ روایت حضرت ام سلمہ سے ظاہر ہو کہ عورات مقتدیات قبل ختم نماز فقط آنحضرت کے سلام  
نماز کرنے پر اوٹھ کر اپنے گھروں کو چلے جایا کرتی تھیں۔

الحمد للہ والمنة کہ تمامی مسائل نماز و چہ شیعیان اہلبیت مطابق سنت رسول اللہ صلعم ثابت  
ہوئی اور حضرات اہلسنت و جماعت کے تمام ارکان اور طریقے موضوعی اور جدید اور بدعت پاک  
کئے اور طرہ یہ کہ انھیں کی کتب صحیحہ احادیث سے اوٹکا طریق عمل خلاف طریقہ رسول خدا صلعم  
ثابت ہوا اور شیعوں کا طریق عمل موجب اوٹکی صلی کے عین مطابق سنت پایا گیا۔ اب حضرت  
اہلسنت جو شیعوں کے اعمال پر براہ تعقب طعن بھی کرتے ہیں ذرا دل میں شرمائیں اور خدا سے  
ڈرین و انہ شدید العقاب۔



بذہ الرسالہ فی التاریخ اربعہ وعشرون شہر ریح الثانی سنۃ ۱۳۱۰ ہجری نبوی صلعم

اطلاع  
اس رسالہ کو بغیر اطلاع  
کوئی صاحب قلم نہ ملے  
محققین کو مطلوب ہو  
طلب فرما دیں راجعاً



اطلاع  
میرزا محمد اور محمد الکاظم  
اشاعتی بنو  
میرزا محمد بن محمد بن محمد

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر ذی کمال مورخ نمازک خیال جناب منشی  
سید باقر علی صاحب متخلص بہ نثر لکھنوی نقل نویس عدالت حجے

|                              |                               |
|------------------------------|-------------------------------|
| نامی زمانہ من قبیل و کلاء    | آن مولوی شیخ احمد نیک اساس    |
| تالیف نمود این دلیل الحسانات | با حسن فکر عبید زبیر و ن قیاس |
| ہاتف فرمود از ہنر تار بخش    | تحصیل مال موجب شکر و سپاس     |

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر با کمال تاریک گوئی بمیشال جناب منشی صادق حسین صاحب

|                                  |                                      |
|----------------------------------|--------------------------------------|
| در حقیقت یہ رسالہ ہے صداقت پیش   | نصفانہ بین رقم حسین کہ احمال ملو     |
| او کی تصنیف سہری یہی رسالہ نایاب | شیخ احمد بین جو عالم کہ ہرے نیک صفات |
| جنگی تصنیف سے انوار ہرے ہی مشہور | چوڑ کر مذہب سنی ہیں جو ہم گیر خبات   |
| دفتار پنجتن پاک کا دامن بکڑا     | یک تعلیم چنگے ہر سہ خلفاء اصحاب      |
| مصرع طبع ملا کر کے سرائل خلافت   | شاہد و ہادی شیعہ ہی دلیل الحسانات    |

قطعہ تاریخ من تصنیف سید سجاد علی صاحب متخلص بہ سجاد شاگرد جناب  
مستطاب یکتا سے زمان شاعر بلند فکر شیریں بیان صاحب دیوان مشہور نزدیک دور  
منشی سید باقر علی صاحب متخلص بہ نثر لکھنوی مدظلہ العالی

|                         |                          |
|-------------------------|--------------------------|
| طبع گردید دلیل الحسانات | منہد رنج گشت مضامین چیدہ |
| اگست ہاتف بنویس اسے سجا | سال تاریخ فروغ دیدہ      |

۹

## تقریظ

یہ رسالہ نافعہ و عجلانہ راہِ چارہ جسکو عالم جلیل محقق نبیل جبرِ علام سحرِ طام فردوسِ م  
وحید الدہم فرید العصر ماہِ خیرِ شکام بے نظیرِ متمسک باہلِ عصمت و تطہیرِ موفوق  
سُویدین امجد الصمد جناب مولوی شیخ احمد صاحب مدظلہ نے تحریر کیا حقیر کی  
نظر سے گذرا واقعی یہ رسالہ کمال و تبحرِ مصنف ممدوح پر دلالت کرتا ہے اور اسطے مختصر  
کے سیفِ صدارم و برہانِ قاطع ہے حق تعالیٰ مصنف رسالہ اور ناظرین کو اجر  
جزیل و ثواب جمیل عنایت فرماوے واللہ الموفق والمعین وعلیہ نتوکل

بہ نستعین

وانا لاقول لا اقل سبط حسین بن السید رمضان علی

النقوی





# التامل

بخدمت جمیع اہل مطالع و تاجران کتب  
لیکھدمت میں عرض یہ ہے کہ حق تصنیف  
اس کتاب کا جناب مصنف صاحب دامت  
برکاتہ نے راقم کو مرحمت فرمایا ہے۔

لہذا کوئی صاحب قصد اسکے چہا پئے یا  
چھپوانے کا نہ فرمائیں

راقم

سید عابد علی عفی عنہ